SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, February 22, 2007

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty minutes past ten in the morning with Mr. Deputy Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن و من یتبع خطوٰت الشیطٰن فانہ یامر بالفحشآء والمنکر و لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ما زکٰی منکم من احد ابدا و لٰکن اللہ یزکی من یشآء واللہ سمیع علیم۔

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے، اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورۃ النور آیت۲۱)

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, February 22, 2007

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty minutes past ten in the morning with Mr. Deputy Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاَیھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن و من یتبع خطوٰت الشیطٰن فانه یامر بالفحشآء والمنکر و لولا فضل اللہ علیکم و رحمته ما زکٰی منکم من احد ابدا و لٰکن اللہ یزکی من یشآء واللہ سمیع علیم۔

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے، اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورۃ النور آیت ۲۱)

LEAVE OF ABSENCE

Mr. Deputy Chairman: Now I will read the leave applications

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر مورخہ ۱۹ اور ۲۶ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر ظہیرالدین بابر اعوان ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے ۱۶ سے ۲۰ فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر شاہد حسن بگٹی نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج مورخہ ۲۲ فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

DISCUSSION RE: THE LAW REFORMS BILL

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ leave applications تھیں۔ کل we had decided of the first reading on the Bill moved by the honourable Minister for Law, Justice and Human Rights. اسپر Leader of the House کے ساتھ بھی میں نے بعد میں discuss کیا۔ اس میں کچھ ایسی چیزیں تھیں کہ They need to do more of time اور we are not going to rush through things انشاء اللہ within two weeks ہم دوبارہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ کچھ ایسی قانونی چیزیں ہیں کہ اگر legacy آدمی چھوڑ جائے تو اس کے دور رس نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اس میںکوئی جلد بازی نہیں ہے اور اس کو ہم جو coming session ہے بہار کا' اس میں take up کریں گے۔ we do not rush to things کیونکہ ہمارے پاس luckily بہت اچھے legal minds ہاؤس میں ہیں۔ جسٹس تھیم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وسیم سجاد صاحب Leader of the House, انور بھنڈر صاحب one of the youngest speaker, Pakistan had in West Pakistan بیٹھے ہوئے ہیں اس کو ہم اس لئے for the coming

spring session defer کرتے ہیں۔ اس میں یہ مسئلہ باریکی سے take up کیا جائے کیونکہ کامران مرتضیٰ صاحب نے بھی بہت short notice پر بہت سی ایسی چیزوں کو کل point out کیا تھا اور میں بالکل اس سے agree کرتا ہوں اور Leader of the House سے بھی discuss کر چکا ہوں۔ اس کو ہم آرام سے spring session میں جو انشاء اللہ دو ہفتوں کے بعد شروع ہو گا take up کریں گے۔ نہیمیں activate کرنا چاہتا ہوں۔ جناب کامران مرتضیٰ۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ لیکن کل جب ہم نے یہ بات کی تھی، اس وقت ان کو پتا نہیں کیوں غصہ آ گیا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کامل علی آغا صاحب آپ سے غصہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ پیار کرنا اور چیز ہے، غصہ کرنا اور چیز ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: غصہ تو نہیں کیا مگر جلدی غصے میں آ جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ تیاری کر کے نہیں آتے، یہ کر کے نہیں آتے، آپ وہ کر کے نہیں آتے۔ بات یہ ہے کہ جو چیز غلط ہے، وہ غلط ہے۔ ہم بھی اس پاکستان کے رہنے والے ہیں، ہم بھی ملک کی فلاح چاہتے ہیں۔ ہم بھی اپنے ملک کے لوگوں کے لئے اچھا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو بھی legislation ہو، اس کا فائدہ عوام تک پہنچے اور بجائے ایک دن کی جلدی کے اگر کوئی ایسی چیز ہم مل کر بنا لیں۔ پھر یہ نہ کہیں کہ اس نے ایسی باتیں کیوں کی ہیں۔ وسیم سجاد صاحب موجود ہیں کبھی one month کا لفظ جو ہے وہ legislation کے لئے use نہیں ہوتا کیونکہ month جو ہے وہ 28 and 29 ,31 ,30 دن کا بھی ہوتا ہے۔ یہ الفاظ اتنی بے احتیاطی سے استعمال ہوئے ہیں---

جناب ڈپٹی چیئرمین: I think وسیم سجاد صاحب خود تو legal mind ہیں اور اتنا back ground آپ کا بھی ہے لیکن انہوں نے کل --- I have given the floor to Wasiml Sajjad.

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): جناب والا! یہ جو legislation ہے، ایوان کے جتنے بھی کام ہوتے ہیں اس میں یہ اہم ترین کام ہے اور legislation کا سارے ملک پر اثر ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی پر اثر ہوتا ہے، justice پر ہوتا ہے اور اس میں ہماری اپوزیشن کے سلسلے میں جو involvement رہی ہے، میں ان کا شکر گزار ہوں کیونکہ بہت سارے معاملوں میں انہوں

نے party line سے بالا تر ہو کر اس پر صحیح رہنمائی کی ہے۔ میں شکر گزار ہوں خاص طور پر کامران مرتضیٰ صاحب کا کہ کل تھوڑے سے وقت میں انہوں نے اچھی باتیں کی ہیں اور Bill کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس کی کیا implications ہوں گی۔ جناب! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم Bill ہے۔ اس میں بہت سی اچھی چیزیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب وہ پڑھیں گے تو ان کی نظر سے بھی گزریں گی اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ محسوس کریں گے کہ یہ اچھی چیز ہے تو support بھی کریں گے۔ اگر وہ سمجھیں گے کہ اس میں کوئی خامی ہے تو ہم بھی اس کو صدق دل سے قبول کریں گے۔ اس کو اچھی طرح analyse ہونا چاہیئے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں آپ نے بھی بڑا اچھا فیصلہ کیا۔ اس کو آپ سمجھتے ہیں کہ اس کو زیادہ detail میں discuss کیا جائے، ہمیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں یہ جو legislation ہے، پاکستان کے عوام کے حق میں ہے۔ اس کی بڑی اچھی analysis ہونی چاہیئے، صحیح ہونی چاہیئے۔ ہم ایسا کام کریں کہ اس کی پذیرائی ہو اور نہ صرف public میں بلکہ lawyers and judges میں اس کو appreciate کیا جائے کہ ہم نے ایک احسن کام کیا ہے اور ملک کی خدمت کی ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.

جی please کامران مرتضیٰ صاحب۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: صرف ایک منٹ جناب۔ جناب وسیم سجاد صاحب میرے محترم ہیں، میرے استاد ہیں، انہوں نے کہا کہ party line سے بالاتر ہو کر، party line ہماری اب بھی یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کی فلاح کے لئے کام کرنا ہے۔ یہاں پر رہنے والوں کی فلاح کے لئے کام کرنا ہے۔ اس میں اچھے کام کے لیے آپ سے تعاون کرنا ہے۔ اس Bill میں بہت سی اچھی باتیں بھی ہیں ہم اس کو appreciate کرتے ہیں۔ ہماری party بھی appreciate کرتی ہے۔ اس میں پارٹی لائن یہ نہیں ہے کہ ہم نے خواہ مخواہ oppose کرنا ہے۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی پروفیسر ابراہیم صاحب! آپ سے پہلے عبدالرحیم صاحب ہیں۔جی مندوخیل صاحب! چلیں بات کریں please

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: مہربانی۔ جناب چیئرمین! اصل بات یہ ہے کہ ہم یہاں اپنی عوام اور ملک کی بہتری کے لیے مختلف پالیسیوں کے بارے میں بات کرتے ہیں legislation میں جناب والا! اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایسے قوانین جو پہلے بنے تھے، اب ان سے انصاف

کا راستہ بند ہوتا ہے یا انتظامی راستے میں صحیح انتظامیہ کے لیے رکاوٹ بنتا ہے، اس حوالے سے یہ بہت اہم موضوع کی reform bill کا ہے۔ ہم اصلاحات چاہتے ہیں۔ اس حوالے سے کل جو مسئلہ پیدا ہوا، جناب والا! یہ pre budget session تھا اور ہمارا فیصلہ تھا کہ اور کوئی موضوع نہیں لایا جائے گا۔ رات نو بجے جب وزیر صاحب نے conclude کیا تو اس کے بعد اس موضوع پر، اتنے اہم reform bill پر جس کے ذریعے سات آٹھ Acts میں amendments ہو رہی ہیں۔ فوری طور پر یہ کیسے فیصلہ کیا جائے کہ اس میں بہتری کیا ہے یا نقصان کیا ہے، یہ ہمارے لیے بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے ہاؤس کے لیے یہ بہتر ہے کہ ہم نے واقعی جیسے فیصلہ کیا ہے بہت صحیح فیصلہ ہے کہ اس کو consider کریں اور جو واقعی بہتری ہے، اس کو لایا جائے۔ ایسے قوانین بنیں کہ ہمارے عوام اور اس ملک کی اس میں خیر ہو۔ ایسی کوئی چیز نہ ہو جس سے ہم مزید الجھ جائیں تو جناب والا! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: French revolution کے حوالے سے جنہوں نے گلوٹین ایجاد کیا تھا، آپ نے تاریخ پڑھی ہے، اس کا نام میرے خیال میں Robus Sphare تھا، اسی Guillotine نے اس کا سر کاٹ دیا تھا تو جلد بازی میں کبھی یہ چیزیں نہیں کرنی چاہیئں۔ ڈاکٹر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا (وزیر برائے مملکت پارلیمانی امور): ابھی مرتضیٰ صاحب تشریف لے گئے ہیں، کل جو میں نے کہا تھا، کامران مرتضیٰ سے تھوڑی معذرت سے عرض کرنا چاہتا ہوں میں نے ان کو یہ کہا تھا کہ آپ on the floor of the House یہ جب move ہوا ہے تو اس کے اوپر discussion کریں تو discussion کرنے کا فائدہ ہوا۔ یہ تو قطعی طور پر بات نہیں ہے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اس پر کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ آپ ruling دے چکے ہیں اس کے باوجود اگر یہ لوگ اس رویے کو اپنا لیں hue & cry کرنے کی بجائے، واک آؤٹ کرنے کی بجائے، اگر on the floor of the House معاملات discuss کیا کریں تو ultimately اس کا فائدہ ہی ہو گا۔ یہ جو آپ نے کہا ہم سے تو یہ چاہتے ہیں کہ اچھی سے اچھی legislation کریں۔ عوام کی بہتری، اس کے فائدے کے لیے legislation کریں، یہ حکومت کا credit ہے کہ حکومت اچھی چیزیں سامنے لے کر آتی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ وہ قوانین جن کی وجہ سے غریب عوام پس رہے ہیں، ان میں ترامیم آئیں، بہتری آئے، لوگوں کو

سستا انصاف ملے، یہ ساری کاوشیں حکومت کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ میں لاءمنسٹر صاحب کو credit دیتا ہوں کہ وہ ہر وقت اس معاملے میں آگے بڑھتے ہیں اور خود ان چیزوں کو initiate کرتے ہیں جو عوام کی بہتری کے لیے ہیں۔ پوری حکومت، اس کے پیچھے وزیر اعظم پاکستان پوری Cabinet اور بالخصوص صدر پاکستان جنرل مشرف صاحب کو credit جاتا ہے کہ انہوں نے ایسی پارلیمانی روایات کو آگے بڑھانے کے لیے بھرپور تعاون کیا ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، ڈاکٹر ابراہیم صاحب، ڈاکٹر ابراہیم صاحب بہت دیر سے انتظار کر رہے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ جناب چیئرمین! ڈاکٹر یہ ----

جناب ڈپٹی چیئرمین: پروفیسر ڈاکٹر آپ ہیں نہیں نا، یا ڈاکٹر پروفیسر ہیں؟

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: میں ڈاکٹر نہیں ہوں----

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا، جناب وصی ظفر۔

جناب وصی ظفر (وفاقی وزیر قانون): جناب چیئرمین! میں عرض کرنا چاہوں گا کہ میں موجود نہیں تھا، میرا bill defer کس لیے کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ Leader of the House سے بھی discuss ہوا ہے، دونوں طرف سے کہا گیا کہ اس کو defer کر دیا جائے۔

جناب وصی ظفر: میں متعلقہ وزیر ہوں، مجھ سے تو پوچھنا چاہیئے تھا۔ I am sorry sir, یہ بات ایسے نہیں ہے کہ اس کو defer کر دیا جائے۔ میں قائد ایوان سے بھی بات کرتا ہوں، از راہ کرم آپ اپنی ruling کو واپس لیں اور مجھے بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وصی ظفر صاحب! اس بل کو اگلے سیشن یعنی 15 March کو take up کر لیں گے۔

جناب وصی ظفر: نہیں جناب! I am sorry. میری عرض سن لیں۔ اس میں بڑی قوتیں ہیں جو صرف اس وجہ سے لگی ہوئی ہیں کہ Law Ministry کا credit نہ بن جائے، حکومت کا credit نہ بن جائے۔ ایک طرف کہتے ہیں delay ہو رہا ہے، یہ Bill ڈیڑھ سال سے پڑا ہوا ہے

اور اس کو ملتوی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ایک' آدھ گھنٹے تک میں قائد ایوان اور سب سے بات کرکے ابھی اس مسئلے کو resolve کرتا ہوں۔ آپ بے شک دوسرا Bill take up کرلیں لیکن اس کو ملتوی نہ کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: Leader of the House اور Chief Whip بھی ادھر ہیں۔ اپوزیشن کے اراکین بھی ادھر ہیں۔ آپ ان سے بات کرلیں we can adjourn the House for ten to fifteen minutes, if you can convince them.

جناب وصی ظفر: جناب والا! آپ فی الحال وہ ruling واپس لے لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ in the larger interest of things کیا گیا ہے تاکہ اس Bill میں باریکیاں آپ دیکھ لیں۔

جناب وصی ظفر: جناب والا! آپ میری عرض سنیں۔ یہ Bill individually میں نے ہرشخص' ہر نامور وکیل کو چار مہینے پہلے دیا ہے' میں ڈیڑھ سال سے اس کو float کر رہا ہوں۔ Bar Associations کو اس کی copies بھیجی ہیں۔ میں eminent lawyers کے پاس چل کر گیا۔ کل میں ایس ایم ظفر صاحب اور بھنڈر صاحب کے پاس گیا۔ میں نے اعتزاز احسن کو کہا کہ اس Bill میں input دیں' کھوسہ صاحب کو کہا' بابر اعوان صاحب کو میں نے copy دی۔ میں نے چار مہینے پہلے وسیم سجاد صاحب کو copy دی' سب سے میں نے discuss کیا۔ یہ Bill کابینہ کے زیر بحث رہا۔ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی میں 9 ماہ تک زیر بحث رہا۔ قومی اسمبلی میں اس پر بحث ہوئی اور فرض کریں کہ اگر اس Bill میں کوئی قباحت ہے' یہ بہت بڑا Bill ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ بالکل perfect ہے اور اس میں یہ بھی نہیں ہے کہ کسی ڈرافٹس مین نے بنا دیا ہے بلکہ میں نے اور سیکریٹری قانون نے دن رات لگا کر اس پر کام کیا ہے اور ہم نے جن وکلاء سے اس سلسلے میں مشورہ کیا ہے میں ان کا نام لیتا ہوں' کاظمی صاحب جو لاہور میں سول کے ماہرترین وکیل ہیں' ان سے اس میں input لی۔ خواجہ سلطان صاحب سے لی' اسحاق صاحب پنڈی والے جو فوجداری کے ماہر ہیں ان سے input لی' ان کے پاس چل کر گئے' ان کو بلایا' منو صاحب سے لی۔ مختلف ماہرین قانون کو کاپیاں بھیجی ہیں۔ ہر بندے کو میں نے کاپیاں بھیجیں اور Bar Associations کو کاپیاں post کیں' بڑے بڑے پوسٹر لگائے کہ یہ بل ہے اس میں آپ input دیں اور لوگوں نے input دی۔ جوئیہ صاحب لاہور میں ہیں' ان کو میں نے Bill کی

کاپی بھیجی۔ یہ Bill ایسے نہیں بنا دیا گیا کہ ادھر draftsman نے بیٹھ کر بنا دیا ہے۔ اس میں لوگوں کو تکالیف ہیں۔ اس میں چند چیزیں ہیں کہ اختیار کم ہو رہا ہے یا فلاں ہو رہا ہے۔ اس کے بغیر speedy justice نہیں ہو سکتا اور یہ personal problems آئیں گے۔ میں سب سے گزارش کروں گا کہ target یہ نہیں، میں آپ کو بتاتا ہوں، یہ میرا دعوٰی ہے، مجھے بھی پتا ہے، میں جب سے وزیر قانون بنا ہوں، میں نے چیمبر بند کر دیا ہے۔ میں نے کروڑوں روپے نہیں کمائے۔ مجھے بھی کمانے آتے تھے۔ اسلام آباد میں بلیو ایریا میں میرا چیمبر جا کر دیکھ لیں، میں نے اپنے نام پر برش پھروا دیا ہے جس دن سے میں نے وزارت کا حلف لیا ہے۔ میں نے اپنی لاکھوں روپے کی آمدن جو genuine تھی وہ ختم کر دی ہے۔ میں نے لاہور میں ایک یتیم سا بچہ رکھا ہے، آپ جا کر دیکھ لیں جو صرف اپنے کیس چھوٹی عدالتوں میں کرتا ہے۔ میں نے چالیس، چالیس لاکھ روپے کی فیس حلفاً refuse کی۔ مجھے بھی کروڑ پتی بننا آتا تھا اور مجھے پتا ہے ان پوسٹوں پر رہ کر کون کون کروڑ پتی ہوا اور سارا پاکستان جانتا ہے۔ اچھا کام کرنے میں اس طرح کی رکاوٹیں کم از کم میں برداشت نہیں کروں گا اور نہ کرنی چاہیئں۔ میرٹ پر بات کریں، اس کو devide کریں اور اس کو آگے لے کر چلیں۔ مجھے بھی آتا ہے کہ پوزیشن exploit کر کے میں کیسے نامور وکیل اور کروڑ پتی ہو سکتا ہوں۔ مجھے بتا دیں کہ میں نے کوئی ایک کیس بک بھی کیا ہو۔ میرے پاس دفتر میں فائلیں آئیں، میں نے واپس کر دیں۔ میں نے مشاورت تک نہیں دی۔ میرے پرانے پرانے clients پشاور اور کراچی سے آئے، میں نے مشورہ تک نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وصی ظفر صاحب! قائد ایوان بھی آ گئے ہیں، کامران مرتضٰی سے بھی مشورہ کر لیتے ہیں کیونکہ انہوں نے Bill oppose کیا تھا۔ آپ پندرہ منٹ میں ان سے چیمبر میں مشورہ کر لیں۔

جناب وصی ظفر: جناب والا! meanwhile وہ ruling آپ واپس لے لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: I will wait for the Leader of the House اور کامران مرتضٰی صاحب اس وقت وہ موجود تھے اور پروفیسر ساجد میر کے لیے بھی۔

جناب وصی ظفر: آپ مجھے بلوا لیتے، میں تو ادھر قومی اسمبلی میں تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہم نے آدھا گھنٹہ انتظار کیا۔

جناب وصی ظفر: جناب! تلاوت ہو رہی تھی۔ مجھے پتا چلا تو میں نے کہا میں چلتا

ہوں۔ اسی وقت ساٹھ لاکھ ترامیم کے الفاظ میں نے سنے اور میں بھاگتا ہوا آیا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا۔ ابھی بھی بیٹھ لیں - we are still, I think open وسیم سجاد صاحب! آپ آپس میں یہ بات طے کرلیں۔ ایک منٹ وسیم سجاد صاحب۔ ایک منٹ پروفیسر ابراہیم صاحب! وسیم سجاد قائد ایوان کو سن لیں۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): جناب! میرے آنے سے پہلے ہی جناب نے یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا' میرا خیال ہے اب Law Minister بھی موجود ہیں' اس میں بہت سی اچھی چیزیں ہیں۔ واقعی بڑی محنت کی گئی ہے اور میں ان کا اعتراف بھی کروں گا اور ان کو مبارکباد بھی دوں گا لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جن پر ہم سب کا خیال ہے کہ اگر بحث ہو جائے تو اچھی بات ہے کیونکہ آج آخری دن ہے' اس میں اپوزیشن کے اراکین کا بھی ایک نقطہ نظر ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر بحث کرنی ہے۔ ہمارے اپنے ممبران بھی کہہ رہے تھے کہ اس پر ذرا open debate ہوجائے۔ انہوں نے specifically relief Act 54 میں ترامیم کی ہیں کہ پہلے ایسے ہی پولیس پکڑ کر لے جاتی تھی' اب اس میں انہوں نے بڑی اچھی چیزیں کی ہیں separation کی کہ یہ نہ ہو ایک ہی جج کے پاس Criminal معاملہ بھی ہو Civil کا کام بھی ہو۔ ان دونوں کو علیحدہ کر دیا ہے تاکہ زیادہ اچھا ہو جائے۔ اس میں بہت ہی اچھی باتیں ہیں۔ میں نے صبح بھی یہی کہا تھا لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جس پر اچھا ہےopen debate ہو جائے تاکہ اس میں اگر مزید بہتری ہوسکتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ان کو' ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت محنت سے ایک اچھی چیز پیش کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے بہت محنت کی ہے لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جس پر ہمارے اپوزیشن کے بھائی چاہتے ہیں کہ بحث ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اپوزیشن کے بھی اور اپنے بھی یہی چاہتے ہیں۔ جی تھیم صاحب۔

جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھیم (وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی): جناب چیئرمین! کل جو situation ہوئی تھی وہ آپ کو معلوم ہے۔ جب یہ Bill introduce ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ introduce ہو۔ Introduce ہونے کے بعد اپوزیشن' جو کہ سب ہی عزت دار

ہیں، انہوں نے کہا کہ کل بحث ہوگی۔ اگر ایسی کوئی بات تھی Adjourn کی تو اسی وقت کہتے۔ ایسے all of a sudden اجلاس بلا کر Adjourn کرنا کہاں کا اخلاق ہے۔ حکومت کے لاکھوں روپے فقط اسی لئے خرچ ہوتے ہیں کہ compromise ہوا ہے۔ کل کیوں کہا تھا؟ کل ہی کہتے کہ نہیں جناب! کل نہ کریں، پرسوں کریں اس میں کیا حرج تھا؟ انہوں نے کہا تھا، ان کے کہنے پر آج تک Adjourn ہوا ہے۔ یہ جو حکومت کے اخراجات ہیں یہ کس کے حساب میں جائیں گے؟ یہ urgent ہے۔ یہ Act National Assembly سے آیا ہوا ہے، circulate ہوا ہے، important باتیں ضرور ہیں discuss ہونی چاہئیں۔ کل کامران مرتضٰی صاحب نے discuss کیا، اس کے بعد adjourn کرنا، میں عرض کروں گا کہ آپ کی ruling قابل احترام ہے۔ اگر قائد ایوان یا Law Minister مانتے ہیں تو میں اس میں پھڈا نہیں ڈالوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ پہلی بات، تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے چار بار floor ملا اور چار بار واپس لیا گیا۔ اچھی بات نہیں ہے۔ Floor دیا جائے تو اس کے بعد بات کرنے کا موقع بھی دیا جانا چاہیے۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: قائد ایوان آگئے تھے۔ یہ معاملہ بھی آپ کے سامنے ہی ہے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! میں وزیر قانون کی بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پر محنت بھی کی ہے۔ میرے پاس بھی ان کی وزارت کا تیار کردہ مسودہ ہے اور یہ مجھے چارہ مہینے سے بھی پہلے جناب وسیم سجاد صاحب نے دیا تھا۔ یہ file ملنے کے بعد ہم نے اس پر تیاری شروع کردی اور ہمارا خیال تھا کہ کسی مجلس میں ہمیں بلایا جائے گا اور اس پر ہم اپنی سفارشات پیش کریں گے لیکن مکمل خاموشی چھائی رہی۔ اس کے بعد پھر قومی اسمبلی سے اس کو پاس کیا گیا اور وہاں بھی اسی طریقے سے پاس کیا گیا۔ کل جو صورتحال بنی اس میں کامران مرتضٰی صاحب نے بالکل درست فرمایا کہ یہ اجلاس خالصتاً بجٹ پر بحث کے لئے بلایا گیا تھا۔ کمیٹی نے یہ تجویز کیا تھا کہ اس میں بجٹ کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہر رات نو بجے سے پہلے اجلاس ختم ہوتا تھا۔ کل نو بجے کے بعد یہ معاملہ لایا گیا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بالکل قانون سازی پر شب خون مارنے کے مترادف ہے۔ ہم آپ کے پہلے

فیصلے کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کو next session کے لئے ملتوی کرنا چاہیں اور اگر ابھی discussion شروع کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔وزیر قانون صاحب اگر چاہتے ہیں کہ اسے آگے لے جایا جائے، اس کے لئے بھی بالکل ہم تیار ہیں۔

جناب چیئرمین! میری درخواست ہے کہ یہ تو ویسے بھی پاس ہونا ہے۔ حکومت کے پاس اکثریت ہے وہ اسے پاس کر لے گی۔ صرف ہماری بات سن لی جائے، اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقع دیا جائے یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں تھا۔ کل رات حکومت کے دوستوں کو بھی تکلیف دی گئی ہے۔ راتوں رات ان کو بلایا گیا، جج صاحب کی بات سے مجھے اتفاق ہے کہ اگر adjourn کرنا تھا تو کل رات ہی کر لیتے لیکن بہرحال اس قانون میں بلاشبہ اچھی باتیں بھی ہیں اور کسی چیز کے بارے میں بھی یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ سراپا خیر ہو یا سراپا شر ہو، انسانی کام میں اچھی چیزیں بھی ہوتی ہیں، انسانی کام میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین! اس قانون میں بلاشبہ اچھی چیزیں موجود ہیں لیکن اس میں زبان کی غلطیاں موجود ہیں۔ اس میں grammatical mistakes موجود ہیں۔ جناب چیئرمین! اس ایوان کے اندر بڑے بڑے قانون دان موجود ہیں۔ جناب وسیم سجاد صاحب، قائد ایوان، جناب چوہدری محمد انور بھنڈر صاحب، جناب ایس ایم ظفر صاحب، جناب ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب اور دنیا کے سامنے bad codification اگر آئے گی تو دنیا کہے گی کہ اتنے بڑے بڑے قانون دان اس ایوان کے اندر موجود تھے، ان کی موجودگی میں یہ غلطیاں کیسے اس ایوان سے آ گئیں۔ جناب چیئرمین! حکومت کی طرف سے اس بات کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیئے، آئینی اور قانونی پیچیدگیاں آ جاتی ہیں کہ اگر اس ایوان کی طرف سے اس میں ایک حرف کی بھی ترمیم کی گئی تو پھر Mediation Committee بنے گی، اس مشکل سے بچنے کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ بس ہم سے ہاتھ کھڑے کروا دیئے جائیں اور کسی طریقے سے اس کو منظور کروایا جائے۔ یہ مناسب نہیں ہے، اگر اس میں کوئی بات ثابت ہو جائے کہ یہ درست نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ باتیں ثابت ہو جائیں گی تو اس میں تبدیلی لائی جائے۔ Mediation Committee اس پر بٹھائی جائے بلکہ میں تو یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کو لاء کمیٹی کے پاس بھیج دیا جائے۔ لاء کمیٹی میں اس پر discussion ہو اور اس کے اندر اپوزیشن اور حکومت کا اس پر اتفاق ہو سکتا ہے اور ایک متفقہ بل اس کے بعد لایا جائے تو میرا خیال ہے کہ یہ بہت بہتر ہوگا اور ہم مشکل سے بچ جائیں گے۔ بہرحال ہم ہرصورتحال کے لئے تیار ہیں۔ ہم اپنی بات عرض کریں گے باقی جیسے ایوان کا فیصلہ

ہو وہ قبول ہو گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ پروفیسر ابراہیم صاحب۔ Leader of the House وسیم سجاد صاحب! وہ کہتے ہیں کہ discuss کر لیتے ہیں، along with the Law Minister کہ ہم -----

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): جناب اس میں Law Minister کا موقف جو میں سمجھا ہوں وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ debate ختم ہوگئی ہے۔ It should be carried forward. ٹھیک ہے، آج اگر کامران مرتضیٰ صاحب کچھ اور باتیں کرلیں۔ بے شک کر لیں۔ میری گزارش ہوگی کامران مرتضیٰ صاحب آج جتنی بات کرنا چاہتے ہیں کرلیں۔ مزید بھی بے شک کرلیں۔

Mr. Deputy Chairman: It will continue.

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): لامنسٹر صاحب نے کہا ہے کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ اس پر بحث ہو اگر کچھ input آتی ہے تو welcom

Mr. Deputy Chairman: Are you ready, Kamran Murtaza.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب والا! میں تو بات کر رہا تھا، کل بھی بات کر رہا تھا۔ جتنی بات میری سمجھ میں آئی میں اتنی مزید بات کروں گا اور اگر کوئی چیز رہ جائے تو اس کے بعد بھی بات کروں گا۔ وزیر قانون صاحب نے mind کر لیا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، نہیں mind نہیں کیا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ اتنی محنت ہوئی۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ اس بل پر محنت نہیں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں صرف میری ذاتی کاوش نہیں ہے، اس میں بہت زیادہ لوگوں کی inputہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ اس میں بہت input شامل ہے، انہوں نے بہت زیادہ محنت کی ہے۔ ان کے ساتھیوں نے بہت محنت کی ہے۔ بہت زیادہ محنت کرنے کے باوجود بہت سی چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اس میں بھی ہمارے خیال میں کچھ غلطیاں ہوگئی ہیں۔ ہم سب مل کر اس معاملے کو، اس قانون کو بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ ہم گورنمنٹ کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے کہ ہم نے گورنمنٹ کو پچھاڑ دیا ہے، شکست سے دوچار

کر دیا ہے یا ان کے لئے porblems create کر دی ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہیں، ہم خود چاہتے ہیں کہ law reforms ہوں مگر law reforms کیا ہوں؟ اگر اس میں غلطیاں ہیں تو ان کو بھی کھلے دل سے لیجیئے اور اس بات کو ذہن میں رکھے بغیر کہ ایک لفظ بھی آگے پیچھے ہوگیا تو پھر معاملہMediation Committee میں جائے گا، اس بات کو ذہن میں نہ رکھیں ۔ اگر Mediation Committee میں بھی جائے گا تو کچھ نہیں ہوگا۔ اگر لاء بنے گا تو اچھا لاء بنے گا۔ جب لوگ اس کو پڑھیں گے تو وہ سوچیں گے کہ کون سے سال میں پاس ہوا، وہ کہیں گے کہ 2007 میں، 2007 میں لاءمنسٹر کون تھا تو لوگ یہ بھی جانیں گے کہ وہ وصی ظفر صاحب تھے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا debate ابھی شروع کر رہے ہیں یاFederal Public Service والی ایک amendment ہم پاس کرلیں؟

سینیٹر کامران مرتضیٰ: نہیں جناب والا! اس کو بھی ہم oppose کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں! پھر اس پر بحث شروع کریں۔ Then I think جتنے بھی سپیکرز ہیں، آپ، رحیم مندوخیل، پروفیسر ابراہیم صاحب، لیاقت بنگزئی صاحب، سب اس پر debate کرنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر ساجد میر صاحب آپ نے تیاری کی ہوئی ہے یا نہیں؟

سینیٹر ساجد میر: میں نے Federal Public Service Commission پر تیاری کی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا آپ نے اس کے لئے تیاری کی ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے جی تو Leader of the House and Honourable Minister, they want to initiate the debate اور اپنے وہ point of view دینا چاہتے ہیں۔ Luckily آپ خود موجود ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! اس سے پہلے کہ میں آج کے لئے debate شروع کروں، جو اس Law Reform Bill کے ساتھ منسلک ہے، statement میں اس statement کو پڑھنا چاہوں گا۔ جو وجہ انہوں نے بیان کی ہے اس Law Reform Bill کی کہ

"there is a dire need of reforming of law for expeditious disposal of cases and to provide justice to the people without delay. Therefore, certain amendments are being proposed in the Pakistan Penal Code 1860, the Code of Criminal Procedure 1898, the General Clauses Act 1897, the

Specific Relief Act 1877, the Power of Attorney Act, 1882, the Code of Civil Procedure 1908 and the Registration Act 1908. The Bill is designed to achieve the aforesaid objects."

یہ مقاصد انہوں نے بیان کئے ہیں اس Bill کو introduce کرنے کے لئے۔ اس Bill کو نیشنل اسمبلی سے پاس کیا جا چکا ہے اور اب یہ Bill ہمارے سامنے ہے۔ جیسا کہ جناب! میں نے کل ان کو point out کیا اس کا پہلا clause 'Punishment for Defective or Dishonest Investigation. کا ہے اس میں انہوں نے scope کو ہی ختم کر دیا تھا۔ اس میں پہلی تین lines جو relevant ہیں کہ "if trial court or an appellate court finds at the conclusion of trial or appeal." اب جو انہوں نے دو Courts کا specifically mention کر دیا ہے، وہی کورٹ اگر Trial Court ہو یا Appellate Court, صرف اگر وہ چاہیں کہ trial or appeal میں کوئی investigation میں problem ہے تو وہ کسی کو punish کر سکتے ہیں۔ جناب! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اس hierarchy میں صرف دو courts نہیں ہوتیں۔ فرض کر لیجیئے کہ معاملہ کسی Judicial Magistrate سے شروع ہوا تو Judicial Magistrate Trial Court ہوگی، سیشن جج اس کی Appellate Court ہوگی، ہائیکورٹ اس کی Judicial Court ہوگی۔ اب فرض کر لیجیئے کہ کسی نتیجے پر ہائیکورٹ کی stage پر یہ معاملہ آئے اور ہائیکورٹ اس نتیجے پر پہنچے کہ dishonest investigation ہے تو یہ law اس کے راستے میں مانع ہوگا کہ وہ کسی کو dishonest investigation پر punish کر سکے۔ فرض کر لیجیئے کہ ہائیکورٹ سے بھی معاملہ نکل آیا اور سپریم کورٹ میں آ گیا petition ہے، petition میں سپریم کورٹ نے سمجھا کہ یہ dishonest investigation ہے تو آیا جناب! کیا سپریم کورٹ کسی کو سزا دے پائے گی؟ اس سے بھی معاملہ آگے نکل گیا، review پر آگئے، سپریم کورٹ کی original judgement آ چکی ہے، سپریم کورٹ review میں ہے۔ کیا review میں اس طرح کوئی سزا دی جا سکے گی؟ جناب! آپ نے scope کو limited کر دیا صرف دو courts کی حد تک، ایک Trial Court اور ایک Appellate Court ۔ جب بھی اس طرح کی legislation ہوتی ہے، اس طرح کی language use نہیں کی جاتی، scope کو restrict نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو زیادہ وسیع رکھا جاتا ہے۔ یہاں آپ نے اس کو specifically restrict کر دیا۔ یہ اس میں پہلی غلطی ہے۔

دوسری غلطی جو مجھے سمجھ آئی، یہ اس میں اگلے صفحے پر ہے Clause 3 میں

"Amendment of Act V of 1898. The following further amendments shall be made in the Code of Criminal Procedure, 1898 (Act V of 1898), namely:-

(1) After section 17, the following new section shall be inserted, namely:-

"17A. Separation of civil and criminal business. - With a view to ensuring speedy and expeditious justice, and to enhancing efficiency and specialization, criminal business shall be so distributed amongst the courts of Magistrate subordinate to the Session Judge that there is separation of civil and criminal business and a court [ ] doing criminal business shall not be assigned civil business."

جناب! اس میں دو طرح کے problems create ہو جائیں گے۔ کل بھی میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے ہاں بلکہ بہت سے دوسرے شعبوں میں بھی جب ہم interior میں چلے جاتے ہیں تو ایک بات تو سمجھ لیجئے کہ وہاں Magistrate کو صرف criminal side پر business assign کیا جاتا ہے، اس کو civil side پر کبھی بھی business assign نہیں کیا جاتا۔ اگر اس کو civil side پر کوئی business assign کیا جائے گا تو اس کو الگ سے designate کیا جائے گا as a civil judge. وہ civil judge ہوگا، senior civil judge ہوگا تب اس کے پاس civil business آئے گا۔ جب آپ interior میں چلے جائیں گے تو interior میں بہت کم cases ہوتے ہیں، ان پر اتنا burden نہیں ہوتا اور اگر وہاں پر ایک کی جگہ پر دو judges appoint کیے جائیں، ایک Magistrate اور ایک Civil Judge اس ڈسٹرکٹ کے لئے تو یہ حکومت پر burden ہوگا۔ اس Bill کے ساتھ جو statement annexed ہے، اس کو اس لیے پہلے پڑھا کہ اس مقصد کو ذہن میں رکھیے، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے achieve کرنا ہے۔ اب وہ مقصد achieve کرنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؛ انہوں نے کہا کہ business کو علیحدہ کرلیں، اس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو speed تیز ہو گی اور دوسرا اس کی skill بہتر ہو جائے گی۔ اب speed تو تیز نہیں کر رہے، گورنمنٹ کو ان علاقوں میں جہاں rush of work کم ہے وہاں burden کر رہے ہیں۔

دوسرا آپ جو بہت بڑا problem create کریں گے کہ مجھے criminal business

assign کرتے ہیں تو میں نے as a Civil Judge, as a Magistrate صرف criminal پر
کام کیا ہے۔ اس کے بعد مزید آگے جائیں، انہوں نے District and Session Judges کی
نہیں کی صرف Magistracy کی کی ہے، وہاں پر آپ نے وہ نہیں کیا۔ فرض کریں وہی
Magistrate, Additional District Judge بنتا ہے تو کیا اس کو civil کام آتا ہو گا؟ آپ
نے اس کو جو کام سکھانا تھا، جو بنیادی court تھی، جو بنیادی unit تھا وہاں آپ نے اس کو
صرف ایک چیز میں specialize کیا اور جب وہ آگے step up ہو گا، 17 grade سے 18
میں جائے گا تو اس کو ایک field کا کام نہیں آئے گا۔ جو criminal deal کرتا ہے، اس کو
criminal تو آئے گا اور جو civil deal کر رہا ہے، اس کو criminal نہیں آئے گا تو وہ
additional کے عہدے کے لیے نا اہل ہو جائے گا at least ایک طرح کے قانون کی وجہ سے۔
پھر کل کو اسی نے District and Session Judge بننا ہے، اس کے پاس civil and
criminal powers بھی ہوں گی۔ اگر اس نے criminal deal کیا ہو گا تو اس کو civil نہیں
آتا ہو گا اور اگر civil deal کیا ہے تو vice versa اس کو دوسرا نہیں آئے گا۔ کل کو اسی
نے جا کر ہائیکورٹ میں لگنا ہے۔ جب وہ ہائیکورٹ میں جائے گا تو اس کے ساتھ پھر یہی
problem ہو گی کہ اس کو ایک کام آتا ہو گا، دوسرا نہیں آتا ہو گا تو پھر آپ ہائیکورٹ میں
بھی یہ law reforms لائیے، ان کو کہیے کہ ہائیکورٹ کا ایک جج صرف criminal deal کرے گا،
دوسرا جج صرف civil deal کرے گا کیونکہ اس کو دوسرا نہیں آتا۔

جناب! اس کے بعد page 10 پر جب civil side پر ہو گا، انہوں نے ایک
amendment introduce کروائی ہے۔

after section 24(a), the following new section shall be added namely...

جناب ڈپٹی چیئرمین، وصی ظفر صاحب! منسٹری کا کوئی بندہ ہے جو notes لے رہا
ہو؟ ٹھیک ہے۔ Ok, thank you. The discussion will continue.

سینیٹر کامران مرتضٰی: جناب! یہ ہے

Trial of suits. Every suit shall be heard in two stages, namely: at first stage by the civil judge designated for the purpose, ordinarily to be completed within a period of four months, from the time of institution of the suit to

the time of the settlement of issues;

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ جو بھی points raise کر رہے ہیں وہ ان کو note کر رہے ہیں - ان کے officers from the Law and Justice Ministry گیلری میں سامنے بیٹھے ہیں۔ وصی صاحب voting کے سلسلے میں National Assembly میں گئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں voting میں حصہ لے کر واپس آتا ہوں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی: درست ہے جناب! no problem. تو جناب! وہاں پر first stage میں suit file ہو گا، اس کا written statement آئے گا۔ اگر replication required ہوگی تو replication آئے گی اور اس کے بعد first judge issue settle کر لے گا۔ یہ جو انہوں نے دو stages بنائی ہیں first judge issue settle کر کے کیا کرے گا کہ دوسرے جج کے پاس بھجوا دے گا۔ جس نے کیا کرنا ہے at 2nd stage by the trial judge. جس کو چھ ماہ دیے ہیں ordinarily to be completed within a period of 6 months from the time of hearing of evidence to the time of announcement of judgement and preparation of decree. اب جناب! اس کی job کیا ہے؟ اس کی job یہ ہے کہ وہ اس شہادت کو سنے گا، judgement pronounce کرے گا اور decree prepare کرے گا۔ پہلے کے تین کام آگئے، اس نے دعویٰ لینا ہے، جواب دعویٰ لینا ہے اگر replication ہے تو وہ بھی لینی ہے اس کے بعد issue settle کرکے چار مہینے میں آگے دوسرے جج کو onward submit کر دینا ہے جس کو اس مقصد کے لئے مخصوص کیا ہے۔

دوسرے جج کا کام کیا ہے۔ اس نے شہادت سننی ہے۔ Scuttle کردیا ہے۔ اس نے شہادت سننی ہے، اس نے judgement دینی ہے، اس نے decree sheet بنانی ہے۔ یہ تین کام اب اس نے کرنے ہیں۔ اب مقصد کو ایک دفعہ پھر ذہن میں لائیے انہوں نے speedy justice کرنا تھا۔ یہ speed تیز کر رہے ہیں۔ Speed تیز کرنے میں اب یہ دو Judges ہوں گے۔ یہ دونوں سول جج ہیں۔ ان کے اختیارات، عہدوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا کہ پہلا کام سول جج نے کیا دوسرے کام کے لئے اس نے ڈسٹرکٹ جج کے پاس بھجوا دیا۔ پہلا کام بھی سول جج نے کرنا ہے، دوسرا کام بھی سول جج نے کرنا ہے۔ پہلے کے لئے الگ designated Judge ہوگا اور دوسرے کے لئے الگ designated Judge ہوگا،

speed تیز ہو جائے گی۔ Speed کس طرح سے تیز ہوگی کہ فائل پر ایک جگہ سے کام مکمل ہو گیا اس کے بعد فائل اب دوسری جگہ جاتی ہے ۔ ظاہر ہے اس میں دس، پندرہ دن یا مہینہ لگ جائے گا۔ اگر فائل نے کر بھی جائے ایک دفتر سے دوسرے دفتر تک تو پاکستان کے ایک دفتر سے دوسرے دفتر تک جانے میں مہینوں لگ جاتے ہیں۔ مہینوں کے بعد یہ فائل یہاں سے وہاں پہنچے گی جو پہلے سے شہادت لے رہا ہے اب اس کو اس کے بعد کیا کرنا ہے۔ اب وہ اس پارٹی کو دوبارہ نوٹس کرے گا۔ کوئی پارٹی پیش ہوگی، کوئی نہیں ہوگی۔ اس میں کئی مہینے اسی طرح سے ضائع ہو جائیں گے۔ اب practical difficulty اس کے بعد ہوگی وہ کیا ہوگی جناب! میں نے شہادت شروع کردی۔ کیس سننا شروع کر دیا۔ تفہیم صاحب بیٹھے ہیں، جج رہے ہیں، جانتے اور سمجھتے ہیں۔ شہادت شروع ہوگئی، اس وقت میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں اس میں plaintiff ہوں میرے ذہن میں خیال آیا کہ جناب! میری pleading میں یہ غلطی ہے۔ میں نے ایک درخواست ترمیمی داخل کر دی۔ ترمیم کے لئے میں درخواست کہاں داخل کروں گا؟ اس جج کے پاس جس کے پاس کیس اس وقت pending ہے۔ اب اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کے پاس یا اس سے پہلے والے کے پاس کرنی ہے۔ بہرحال میں نے سوچ لیا کہ اس جج کے پاس ہی درخواست فائل کرنی ہے جس کے پاس اس کا کیس pending ہے۔ شق 17 کی application جج صاحب کے پاس آگئی۔ جب یہ آ جائے گی تو اس کا تو یہ کام ہی نہیں ہے۔ اس کا کام تو صرف شہادت لینا second stage پر اس کا کام ہے شہادت لینا، judgement دینا اور ڈگری بھی prepare کرنا ہے۔ میری درخواست آ جائے گی، اب وہ سوچ میں پڑ جائے گا کہ میں کیا کروں؟ مجھے تو صرف تین کام assign کئے ہوئے ہیں۔ ان تین کاموں کے علاوہ چوتھا کام تو مجھے کوئی assign ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اب فرض کر لیجئے وہ کہے ٹھیک ہے یہ درخواست آگئی۔ اس میں پھر دو باتیں ہوں گی جناب! میں نے وہ درخواست پیش کی with bonafide intention۔ ایک درخواست وہ ہوتی ہے، ہم وکالت کرتے ہیں۔ جس میں بدنیتی کی وجہ سے درخواست کی جاتی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اگر وہ درخواست نیک نیتی کی وجہ سے دی گئی تھی، تو وہ ٹھیک ہے اس نے اس کو واپس بھجوا دیا کہ آپ ابھی واپس چلے جائیے یہ دیکھیئے کہ دعوے میں ترمیم ہونی چاہیے یا نہیں۔ اس میں وقت تو لگے گا ہی لگے گا۔ مگر یہ درخواست چلی گئی تھی، اس کا جواب آیا۔ پھر اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اس میں ترمیم کر دو یا ترمیمی درخواست کو مسترد کردیں۔ کوئی دعویٰ ترمیم ہوا یا نہیں ہوا۔

فرض کر لیجئے کہ میں نے بدنیتی کی وجہ سے وہ درخواست پیش کی تھی۔ اب یہ دوسرا جج اس بات کا پابند ہے کہ میری درخواست کو پہلے جج کے پاس بھجوائے۔ اس طرح سے میں نے کم از کم چھ مہینے اس درخواست کی disposal میں مزید لینے تھے تو یہ justice delay ہوا یا justice deny ہوا؟ یہ speed تیز ہوئی یا کم ہوئی؟

اکثر ہم جب civil trial پر ہوتے ہیں۔ جج صاحب کو پتا ہے۔ جناب! بہت کچھ ہوتا ہے اتنی ambiguities اس میں پیدا ہو جائیں گی' اس طرح وہ پھر دوسرا بندہ notices پر شروع ہو جائے گا۔ فرض کر لیجئے اور اکثر یہ ہوتا ہے۔Civil side پر اکثر یہ ہوتا ہے۔ ہمارے رانجھا صاحب بھی Civil side پر کام کرتے رہے ہیں کہ پہلے جج کے پاس issues ہیں وہ چار مہینے والے ہیں۔ وہ تو پہلا سٹیج تھا۔ Issues frame کرکے اس نے بھجوا دیئے تھے۔ میں پیش ہو رہا تھا اور مجھے شک گزرا کہ issues properly frame ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے ہیں۔ دوسرے جو وکیل صاحب پیش ہو رہے تھے انہوں نے جان بوجھ کر کہا کہ جانے دو بعد میں delay کریں گے یا ان سے بھی omit ہوگیا۔ دوسرے جج کی سٹیج پر آکر مجھے پتا چلا یا میرے کسی اور وکیل صاحب نے جس نے مجھے succeed کیا' ان کو پتا چلا کہ issues تو proper frame نہیں ہوئے اب یہ issues proper frame کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا' مجھے کیا واپس اسی جج صاحب کے پاس جانا پڑے گا جس نے کہ issues frame کر کے بھجوائے تھے یا میں application وہاں فائل کروں جہاں پر کہ فائل پڑی ہوئی ہے' جہاں case pending ہے۔ آیا میں پہلے stage پر واپس جاؤں گا یا second stage پر آؤں گا' again ambiguity ہے۔ مجھے نہیں پتا اور کسی کو بھی یہ نہیں پتا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔

اب فرض کر لیجئے میں نے یہ سوچا ہے کہ جہاں پر فائل پڑی ہے وہیں پر مجھے application file کرنی ہے۔ میں نے application file کر دی کہ جناب issues کو recast کروائیے۔ یہاں پر again دو باتیں ہوسکتی ہیں' میری نیک نیتی ہو گی یا بدنیتی ہو گی' اگر میں نے نیک نیتی سے application file کی ہے تو پھر بھی اُس کو case بھجوانا پڑے گا اور اگر میں نے بدنیتی سے یہ application file کی ہے تو پھر بھی دوسرا جج پابند ہے کہ اس کو یہ case واپس بھجوانا پڑے' وہ case واپس بھجوائے گا تو وہ کہے گا کہ میں تو اپنی عدالت کی تاریخ دے سکتا ہوں' میں آپ کی عدالت کی تاریخ نہیں دے سکتا۔ میں ہائیکورٹ نہیں ہوں' میں اس سے بڑی عدالت نہیں ہوں کہ فلاں کے سامنے جا کر فلاں تاریخ کو پیش ہو جائے گی۔ میں اپنی

عدالت کی تاریخ دے سکتا ہوں being a Civil Judge, دوسرے سول جج کی عدالت کی تاریخ نہیں دے سکتا۔ میں جا کر کہوں گا جناب جائیے جا کر سواتی صاحب کے پاس پیش ہو جائیے' جب سواتی صاحب کے پاس پیش ہوں گے تو ظاہر ہے اس کے لئے دوبارہ notices ہوں گے کیونکہ میں تاریخ نہیں دے سکتا۔ اب notices میں دوبارہ کئی مہینے لگیں گے۔ جب وہ process ختم ہو گا تو پھر انہوں نے application کا جواب لینا ہے۔ جواب آئے گا اور اس پر arguments شروع ہوں گے' arguments ہوں گے' order ہو گا' issue recast ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے' یہ پھر ایک علیحدہ issue ہو گا۔ دونوں صورتوں میں فرض کر لیجئے کہ میں نے pleading کو amend کرنا تھا' issues کو recast کرنا تھا۔ میں aggrieved ہوں' مجھے یہ ناراضگی ہے کہ آپ نے میری پہلی application یا دوسرے فریق کی جو application منظور کی ہے' وہ غلط منظور کی ہے۔ جو remedy میرے پاس available تھی میں نے اس پر کچھ appeal revision فائل کر دی' میں تو next court میں چلا گیا اور جا کر کسی طرح proceeding بھی stay کروا لی۔ اب جب وہ ریکارڈ کے لئے لکھیں گے تو کبھی notice پہلے والے جج صاحب کے پاس جا رہا ہو گا تو کبھی دوسرے والے جج صاحب کے پاس جا رہا ہو گا۔ اس طرح جو آپ انصاف speed کے ساتھ مہیا کرنے چاہ رہے تھے شاید اس کی speed اور تیز ہو جائے گی۔

جس طرح انہوں نے criminal side پر provision introduce کروائی تھی تو یہاں یہ انہوں نے civil side پر بھی provision introduce کروا دی کہ

> "With a view to ensuring speedy and expeditious justice and to enhancing efficiency and specialization, the business shall be so distributed amongst the Civil Judges, subordinate to the District Judge that there is separation of civil and criminal business and a Civil Judge doing civil business shall not be designated criminal business."

وہی بات پھر آ گئی کہ اس میں criminal side پر یہ problem تھا اور یہاں پر civil side پر یہ practically base کریں گے کہ جس آدمی نے صرف civil کا کام کیا ہے اس کو criminal کا کام کبھی نہیں آئے گا۔ جناب! یہ عرض کر دوں کہ سیکھنے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ 23, 24,25 سال کی عمر میں آدمی سیکھ رہا ہوتا ہے' میرے جیسے آدمی کے جب بال سفید ہو جاتے ہیں

تو پھر وہ نہیں سیکھتا، اس نے جو کچھ سیکھا ہوتا ہے وہ اسی کو چلا رہا ہوتا ہے۔ جب وہ آگے جا کر ہائیکورٹ کا جج بنے گا تو وہ کبھی بھی criminal side پر کام نہیں کر سکے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جن کو شوق ہے وہ تو قبر تک سیکھتے رہتے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، جناب! اس طرح کی بات نہیں رہتی۔ اللہ پاک نے بھی کچھ سیکھنے کی عمر رکھی ہوئی ہے اور عمر کے بھی کچھ حساب ہوتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیئے کہ آپ driving کرتے ہیں، جن لوگوں نے بچپن میں driving سیکھی ہوتی ہے ان کا ہاتھ بڑا صاف ہوتا ہے اور جن لوگوں نے ہمارے جیسی عمر میں سیکھی ہوتی ہے ان کا ہاتھ کبھی بھی صاف نہیں ہوتا، کہیں نہ کہیں گاڑی لگتی رہتی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، گاڑی اس لیے لگتی رہتی ہے کہ آپ اِدھر اُدھر دیکھتے رہتے ہیں، road کی طرف نہیں دیکھتے۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، جناب! ہم تو ویسے ہی نظر کے مریض ہیں، ہم نے کہاں اِدھر اُدھر دیکھنا ہے۔ اس کے بعد ہمارے وزیر صاحب page 13 پر دیکھیں، انہوں نے section 80 میں amendment propose کی ہے۔ اس کا آغاز ہے۔

No litigation in civil or commercial matters shall be instituted against the Federal Government, a Provincial Government, any autonomous body or organization established by or under a Federal Law or a Provincial Law or which is owned or controlled by the Federal Government or a Provincial Government or against a public officer in respect of any act done or purported to have been done by such public officer in his official capacity, unless a notice in writing stating the facts constituting the cause of action, the name, description of place of residence of the plaintiff and the relief which he claims has been delivered to or left at the office of,

فلاں، فلاں ٹھیک ہے جناب۔

انہوں نے اس کے ساتھ جو دوسرا مسئلہ create کیا ہے، اس کا page No.14,

Clause-3 ہے، اس کو دیکھیئے، Not later than one month of the receipt of the

notice اس page No.14 پر میں جناب کی توجہ چاہتا ہوں کہ not later than one month of the receipt of the notice یہ law میں کبھی بھی one month نہیں ہوتا۔ Law میں 30 days ہوتے ہیں، 60 days ہوتے ہیں، 10 days ہوتے ہیں، 15 days ہوتے ہیں جناب! month کون سا ہو گا، وہ جنوری ہو گا تو 31 کا ہو گا، فروری ہو گا تو پتا نہیں 28 کا یا 29 کا ہو گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ recommend کر رہے ہیں clearly mentioned ہو کہ 15 days, 30 days اور 30 days ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ایک بات تو یہ ہے کہ جو بھی limitation ہو---

جناب ڈپٹی چیئرمین: مقصد لگتا ہے کہ اس کو amend کر سکیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! چار طرح کے مہینے ہوتے ہیں، 31 کا مہینہ ہوتا ہے، 30 کا مہینہ ہوتا ہے، 28 کا مہینہ ہوتا ہے اور بعض اوقات 29 کا مہینہ ہوتا ہے۔ جناب! اب یہ مہینہ کون سا ہو گا؟ کچھ پتا نہیں ہے، دن mention کئے جاتے ہیں۔ جناب! اس کے ساتھ ساتھ جو اہم بات بتانا چاہ رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ اب یہ notice mandatory ہے، میں notice دیئے بغیر court میں نہیں جا سکتا۔ فرض کریں کہ میرا جو problem ہے جس کے لئے مجھے court میں جانا ہے، وہ immediate ہے، اگر میں کل suit file نہیں کرتا تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ایک طرف میرا مقصد فوت ہو رہا ہے اور دوسری طرف اس کے لئے میں ایک مہینے کا noticeلازمی دوں اور ایک مہینہ انتظار کروں۔ کیا میں اس مقصد کے لئے انتظار کروں گا؟ آپjustice deny کر رہے ہیں، Federal Government کے خلاف، Provincial Government کے خلاف، autonomous bodies کے خلاف یا ان bodies کےخلاف جو کسی بھی statute کے تحت وجود میں آئی ہیں یا کسی public officer کے خلاف جس کسی کو immediate relief required ہو وہ اب عدالت میں جانے سے پہلے notice دیں گے اور 30 دن، 31 دن، 29 دن یا 28 دن تک انتظار کرتے رہیں گے کہ جناب ان کی کیا منشا ہے۔

جناب! اس کے بعد اس justice کی speed کو اور بڑھا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب کیا ہوگا، اسی page-14 پر not later than one month of the receipt of the notice, اس سے پہلے the plaintiff shall be informed of the result of such examination. examination ہو گا، examination کس level پر ہو گا۔ جناب! اس کے اوپر ہے کہ

the concerned Secretary or Head of such body or organization or the public officer shall immediately acknowledge receipt of the notice, and have the varity and validity of the claim made in the notice examined.

انہوں نے تین میں کہا کہ examination کا result ہو گا۔ جناب!

Not later than one month of the receipt of the notice, the plaintiff shall be informed of the result of such examination. If the result is that there are disputes or differences to be resolved, then the plaintiff shall be required to enter into negotiations or have resort to one of the alternative dispute resolution methods such as mediation and conciliation for an amicable resolution of the disputes or differences. The process of negotiation or as the case may be, of alternative dispute resolution shall be completed within a period of three months of the notice.

انہوں نے کہا کہ پہلے examine کریں گے۔ اب انہوں نے justice کی speed تیز کرنے کے لئے کیا کیا ہے کہ وہاں پر ان کی negotiation شروع ہو جائے گی۔ آپ کو اپنے محکموں کا حال پتا ہے، اگر آپ نے by statute ان افسروں کو اختیار دے دیا کہ آپ negotiation کرکے کسی معاملے کو settle کر سکتے ہیں تو آپ کو اس کا result پتا ہونا چاہیے کہ پھر results کیا ہوں گے۔ فرض کریں کہ میرا claim ایک کروڑ روپے کا تھا اور میں نے اس کا notice دے دیا، میں نے 30 دن، 31 دن، 29 دن، 28 دن انتظار کر لیا۔ اب انتظار کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ جی آپ negotiate کر لیجئے۔ Negotiate میں کیا ہے؟ ایک کمیٹی ہے اور اس کے بعد کمیشن ہے۔ اب اُن کے ساتھ اگر میں deal کرنے میں کامیاب ہو گیا، آپ کو اپنے افسروں کا حال پتا ہے۔ اگر میں نے deal کر لی تو میرا claim وہیں پر settle ہو جائے گا۔ ایک بات، وہ ایک کروڑ روپے کا معاملہ تھا۔ انہوں نے deal کی اور کہا کہ جی اس کے تو ساٹھ لاکھ روپے بنتے ہیں۔ چلیں معاملہ settle ہوگیا یا پھر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کہہ دیا کہ alternate ADRs کی طرف چلے جائیے۔ اس کا بھی کوئی result نہیں۔ میں آگے جا کے وہ بھی آپ کو highlight کرتا ہوں۔ جناب! اس سے corruption بڑھے گی۔ اس سے speed کم ہو گی نہ کہ زیادہ ہوگی۔ ایک طرف تو آپ افسروں کو ان معاملات کے settle کرنے کا اختیار دے کر corruption بڑھا دیں

گے اور دوسری طرف وہ speed further slow ہو جائے گی۔

اس کے بعد آگے آئیے جناب! وہ جو negotiation ہو گی وہ کس طرح سے ہوگی؟

Negotiation کا طریقہ بھی انہوں نے statute میں بتا دیا ہے۔

For the purpose of sub-Section-3, there shall be constituted a committee on case to case basis consisting of such members as may be nominated by the Head of Department which shall make effort to resolve the matter after hearing the plaintiff. Head of the Department

نے وہ کمیٹی بنانی ہے جو تین افراد پرمشتمل ہوگی جو ہر کیس کے لیے الگ الگ بنے گی۔ ذہن میں رکھیے کہ آپ speed تیز کر رہے ہیں اور وہ plaintiff کو صرف سنیں گے کسی اور کو سننا ان کے لیے لازم نہیں ہے اور اس کے بعد وہ negotiations سے اس معاملے کو resolve کرنا چاہیں گے۔ اب فرض کر لیجئے کہ negotiation سے معاملہ resolve نہیں ہوا، آپ speed تیز کر رہے ہیں جناب! پھر آپ کیا کریں گے؟ If the complaint is against a particular person... یہ اس میں relevant نہیں ہے۔ اچھا، تو sir اس میں main problem یہ ہو گا کہ ایک طرف corruption بڑھے گی، دوسری طرف delay ہوگا اور تیسری بات جو میں نے point out کی ہے وہ ایک مہینے والی ہے۔ اس میں مہینے کالفظ استعمال نہیں ہوا کرتا۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک چیز جو مجھ سے رہ گئی جناب! بلکہ دو چیزیں جو رہ گئیں page 4 پر اگر وزیر صاحب دیکھ رہے ہیں، Page 4 پر اس کو انہوں نے نمبر 8 کیا ہوا ہے۔

In section 344, Sub-Section 1 shall be re-numbered as Sub-Section-2, thereof and proposed Sub-Section 2 re-numbered as 4, the following new sub-section shall be inserted namely: , the hearing of case shall be continued from day to day until completion of the evidence, unless the court finds for reasons to be recorded, that an adjournment is necessary and just. If the court so finds it may be warrant remand the accused, if in custody.

یہ پڑھنے میں، لکھنے میں بڑا اچھا کام کرتا ہے کہ ہر روز کیس چلے گا ....day to day

(اس موقع پر سینیٹر نعیم حسین چٹھہ صاحب نے کرسی صدارت سنبھالی)

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! آپ کو مبارک ہو اس کرسی پر دوبارہ بلکہ سہ بارہ بیٹھنا۔ دیکھئے قبضہ نہ کر لیجئے گا کیونکہ یہ روایت ہے اس ملک میں۔

میں جناب کی توجہ page 4 پر جس میں ایک proposed amendment ہے صفحہ 344 پر "چاہتے یہ ہیں کہ یہ ہر روز hearing ہوا کرے گی اور اگر روزانہ نہ ہو سکے تو جج صاحب کو اس کی record reasons کرنی پڑیں گی"۔ اب جناب! عرض یہ ہے کہ آپ قوانین ایسے بنائیے جو ہمارے ملک میں ممکن ہوں۔ آپ ایسے قوانین نہ بنایا کریں جو روز violate ہوا کریں اور باقی قوانین اس طرح جو ہم نے بنائے ہوئے ہیں کہ مقدمات کا فیصلہ اتنے عرصے میں ہوگا۔ آیا ان پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ کیا یہ practicable ہے کہ جج صاحب روزانہ ہر کیس کی سماعت کریں؟ کیا یہ ممکن ہے specially بڑے شہروں، کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور میں یہ possible ہے؟ آپ کے پنجاب میں اور بڑے بڑے شہر ہیں۔ کیا وہاں پر ہر روز کیس کا رکھنا، ہر روز کیس کا سننا ممکنات میں شامل ہے؟ اچھا اب فرض کر لیجئے، وہ کہتے ہیں کہ جی ہم نے تو راستہ دیا ہوا ہے اگر ممکن نہیں ہے تو پھر وہ reasons record کرے گا۔ کیا وہ ہر روز reasons record کرتا رہے گا، ہر روز judgement لکھتا رہے گا؟ جو اس بات کا مطلب سمجھتے ہیں جناب! وہ یقیناً اس بات کو جانتے ہوں گے کہ ہر روز کی adjournment کی reason record کرنی ہوتی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اس میں اگر آپ بھی تھوڑی سی amendment کر لیں کہ اگر یہ day to day hearing ہر کیس کے لیے ممکن نہیں، تو پھر کم از کم heinous offences کے لیے، مثلاً murder case ہے، وہ بھی آج سے پندرہ بیس سال پہلے کبھی adjourn نہیں ہوتا تھا، day to day hearing پر ختم ہوتا تھا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اس وقت cases کم تھے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Heinous offences cases day to day ہونے چاہئیں لیکن عام cases کے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ You are right.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں یہ عرض کر رہا ہوں آپ نے Special Courts بنائیں، Special Courts میں یہی provision ہے daily اس کیس کو رکھنا ہے، سننا ہے اس وقت جج کے پاس صرف دس، بیس کیس ہوتے تھے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آج کل سیشن کورٹ میں case بھی کسی کانسٹیبل کی

غیر حاضری کی وجہ سے adjourn ہو جاتا ہے and this is too much flouting of the procedure.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اس کی وجہ بھی بتا دوں۔ وہ کانسٹیبل بیچارہ میری، آپ کی یا کسی جج صاحب کی حفاظت پر لگا ہوتا ہے۔ اسے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اس وزیر صاحب کو مار نہ دیا جائے، اس وزیر صاحب پر حملہ نہ ہو جائے، اس جج صاحب کو سیکورٹی چاہیے، اس کے گھر پر ڈیوٹی دے رہا ہوتا ہے، میرے گھر پر ڈیوٹی دے رہا ہوتا ہے۔ اس کی reasons ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آج سے تیس سال پہلے یہ procedure تھا تو کوئی گواہ خواہ ایس پی ہو، خواہ کتنا بڑا ہو، تو session case میں وہ عرش پر بھی گیا ہوا ہو تو اسے پولیس لا کر حاضر کیا کرتی تھی۔ آج اس procedure پر عمل نہیں ہو رہا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں کہتا ہوں۔ سوچنے کی حد تک، کہنے کی حد تک یہ بہت اچھا concept ہے کہ daily cases کو رکھنا چاہیے، daily basis پر چلنا چاہیے مگر قانون صرف وہ بنائیے جس پر عمل ہو سکے۔ قانون وہ نہ بنائیے جس کو کل ہم نے violate کرنا ہے۔ جس کو میں نے اور آپ نے مل کر violate کرنا ہے کہ جی daily تو possible نہیں ہے۔ کیا میں daily cases آپ کی عدالت میں کیسے چلاتا رہوں۔ نہ گواہ آئے گا، نہ وکیل آئے گا، نہ ملزم آئے گا، نہ اس طرف کا بندہ آئے گا، نہ اس طرف کا بندہ آئے گا، تو وہ provision جناب! مذاق بن جاتی ہے۔ آپ کے علم میں یہ provision ہے۔

Mr. Presiding Officer: You are right.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ممکن ہے جناب! ATC والے جج کے پاس چند cases ہوتے ہیں اس کے باوجود وہاں پر انتظام نہیں ہوتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہر کیس کے لیے day to day مشکل ہو گا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ ممکن نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ممکن نہیں ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: تیسری بات، اس میں ایک اور چیز، میں آگے نکل گیا تھا۔ یہ رہ گئی تھی۔ یہ page 8 پر دیکھیے، جناب وسیم سجاد صاحب بھی میرے ساتھ دیکھ رہے ہوں گے۔

یہ انہوں نے ایک amendment introduce کروائی ہے۔ اصل میں جس پر میں نے لکیریں ماری ہوئی ہیں، وہ مسودہ نہیں تھا، دوسرا آ گیا تھا تو میں آگے نکل گیا تھا۔ Page-8 پر دیکھیے 'civil law میں انہوں نے کہا کہ amendment introduce کرنی ہے'

in the specific Relief Act, 1877, (1 of 1877), Section 9; shall be renumbered as Sub-Section (1) of that Section, and (i) after the first paragraph, the following new paragraph shall be inserted namely; "if it appears to the Court that any party has within four months; next before the date of filing of suit is shown to be wrongfully dispossessed, the Court may through an interlocutory order restore the possession to such party during the pendency of the case"

جناب! آپ کہیں گے کہ اس نے کون سا برا کیا، یہ تو بڑی اچھی provision ہے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ بڑی اچھی provision ہے۔ مگر اسے دیکھیے کہ اس provision کو میں، آپ، وسیم سجاد صاحب، وصی ظفر صاحب، ہم کس طرح use کریں گے۔ جناب! چار مہینے کے اندر وہ dispossessed ہو گیا ہے کہ آپ interlocutory order کے ذریعے اس کو واپس possession پر لا سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے، بڑی اچھی بات ہے۔ کہیں گے کامران oppose کر رہا ہے، جھک مار رہا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، قبضہ گروپوں کو discourage کرنے کے لیے یہ ضروری ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، قبضہ گروپوں کو snub کرنا چاہیے۔ میں جھک نہیں مار رہا مگر یہ provision کو کل میں، آپ اور ہم سب مل کر misuse کریں گے۔ یہ جناب! ہو گا۔ Section 9 کا کیس ہے۔ یہ summary procedure والا suit ہے۔ اس کا ویسے فیصلہ میرا خیال ہے چھ مہینے میں آنا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے، جہاں تک مجھے یاد ہے، کتاب نہیں تھی، میں اسے check نہیں کر سکا۔ اب اس نے اس کو within four months interlocutory order کے ذریعے قبضہ دلا دیا۔ ظاہر ہے دعویٰ اس کا آیا تو دعوے کے ساتھ title کا اتنا مسئلہ نہیں ہوتا Section 9 میں۔ اس کا title decide نہیں کرنا، determine نہیں کرنا۔ دعویٰ آیا،

جواب دعویٰ آیا' issues آئے۔ تو دعوے' جواب دعوے یا issues کی حد تک' پہلے سٹیج کی حد تک' کسی جج کے لیے یہ تو شاید ممکن نہیں ہو گا کہ وہ mind نہیں کر سکے کہ اس کو wrongfully dispossess کیا۔ تو یہ wrongfully dispossess یہ اس کو determine کرنے کے لیے' شہادت ریکارڈ کرنی پڑے گی۔ اس طرف سے بھی' اس طرف سے بھی۔ میرا بیان لینا پڑے گا' مندوخیل صاحب کا بھی بیان لینا پڑے گا۔ جب اس نے یہ سب کچھ کر لیا' تو پھر interlocutory order کرنے کی کیا ضرورت ہے' وہ final order کیوں نہیں کرے گا جناب؟ دیکھیں کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں تھی۔ یہ اس کا ایک angle ہے جناب۔ دوسرا angle سمجھ لیجیے جناب اس کا۔ اب interlocutory order سول جج صاحب نے پاس کر دیا کہ کامران سے قبضہ لے کر مندوخیل صاحب کو دے دیجیے۔ پھر وہ اپیل کے ذریعے سپریم کورٹ تک ایک نیا مسئلہ شروع نہ ہو جائے گا؟ بجائے final order کے' آپ کا suit وہیں pending ہے۔ آپ کو finally decide کرنا ہے۔ آپ نے ایک درمیانے حکم کے تحت قبضہ مجھ سے لے کر مندوخیل صاحب کو دینے کا حکم کر دیا۔ میں immediately rush کروں گا next court کے پاس probably وہ district judge ہوگا اور district judge کا جو فیصلہ ہوگا وہاں معاملہ pending رہے گا Interlocutory order پر۔ پھر اس کے بعد جس فریق کے حق میں ہوگا وہ تو آرام سے بیٹھ جائے گا' جس کے خلاف ہوگا وہ rush to the High Court کرے گا۔ اب وہ ہائیکورٹ آئے گا' ہائیکورٹ کوئی order کرے گی' suit وہیں پر pending ہے۔ جناب! ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا تو جس پارٹی کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ سپریم کورٹ جائے گی۔ تو یہ interlocutory order پر شہادت ہو گئی تھی۔ آپ نے ایک بندے سے قبضہ لے لیا یا قبضہ لینے کا order اپنے حق میں کروا دیا تو اس کے نتائج آپ کو کیا بھگتنے پڑیں گے۔ کئی سال litigation میں interlocutory order پر گزر جائیں گے۔ بڑی اچھی بات ہے ہم سارے اس کی تعریف کرتے ہیں کہ جناب! یہ تو آپ نے قبضہ گروپ کے خلاف بہت اچھا کیا ہے۔ مگر میں اور وسیم سجاد صاحب اس provision کا جو حشر کریں گے وہ لوگوں کو بعد میں پتا چلے گا۔ ہم اس کے ساتھ وہ حشر کریں گے کہ اگر case پانچ سال میں conclude ہونا تھا تو ہم سپریم کورٹ جانے تک ۱۵ سال میں بھی conclude نہ ہونے دیں گے۔ Ultimately سپریم کورٹ کا فیصلہ یہ آئے گا کہ جناب! جب شہادت بھی ہو گئی تھی اور بیان بھی ہو گئے تھے تو آپ نے فیصلہ کرنا تھا' آپ نے کیوں interim order pass کیا؟ آپ نے final order کیوں pass

نہیں کیا؛ پھر معاملہ لٹک جائے گا اور ہم نئے سرے سے پھر شروع ہو جائیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ، اس قانون کی منشا یہ لگتی ہے کہ جب ایک applicant عدالت کے پاس جاتا ہے اپنے گواہ لے کر تو وہ ایک interlocutory order دے گا کہ possession دی جائے لیکن final disposal of the case will be given after.......

سینیٹر کامران مرتضیٰ، میں اس جذبے کو appreciate کرتا ہوں۔ میں اس جذبے کی نفی نہیں کر رہا۔ ہم اس provision کا برا حشر کریں گے۔ اس نے تو order کر دیا کہ کامران سے قبضہ لے لو اور مندوخیل صاحب کو دے دو۔ اب اس کے بعد نئے سرے سے جو litigation شروع ہوگی، order کو لے کر ہم جس جس عدالت میں جائیں گے، جتنا time اور پیسہ اس پر spend ہوگا اور ultimately result یہ ہوگا کہ جناب! شہادت تو ہوگئی ہے۔ دعوے اور جواب دعوے کا تو Section 9 کے تحت فیصلہ نہیں ہوتا، یہ تو شہادت سے ہوتا ہے اور جب شہادت ہوگئی تھی تو آپ نے final فیصلہ کیوں نہیں دیا؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ، دوسری صورت یہ ہے کہ قبضہ گروپ نے قبضہ کر لیا کسی شریف آدمی کی property پر اور وہ case ہی چلاتا رہے اور ۲، ۳ سال proof ہی دیتا رہے تو پھر اس قانون کا فائدہ کیا ہوگا؟

سینیٹر کامران مرتضیٰ ، جی، میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جو Section 9 میں amendment کر رہے ہیں، اس میں لمبے چوڑے طریقے نہیں ہوتے، اس کو ۶ مہینے کے اندر کرنا ہوتا ہے۔ اس کی appeal provided نہیں، اس پر ہم revision file کرتے ہیں even اگر قبضہ restore بھی کر دیا جائے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ایک معاملہ ۶ مہینے میں settle ہوتا ہے تو آپ نے اس کو amend کرکے کہا کہ ۴ مہینے میں interim order کر لو تو by interim order آپ نے litigation کا ایک اور دروازہ کھول دیا۔ آپ نے اس معاملے کو اور لمبا کر دیا۔ آپ نے اس معاملے کو اور costly کر دیا۔ جذبے کی میں مخالفت نہیں کر رہا ہوں۔ جذبہ اس کے پیچھے بہت اچھا ہے مگر اس معاملے کو جس طرح سے use کیا جائے گا، جو لوگ اس معاملے سے deal کرتے ہیں، جو اس profession سے belong کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس provision کو ہم کس طرح سے misuse کر سکتے ہیں اور یہ misuse ہوگی۔ قانون بنانے والے کا یہ فرض ہے کہ provision ایسی بنائے کہ جو misuse نہ ہو سکے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، مگر آپ کی suggestions سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی ساری utility ختم ہو جائے، اتنا delay ہو جائے گا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، نہیں، میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ پہلے پرانا قانون دیکھیں کہ اس میں کیا ہے۔ پرانے قانون میں ہم نے ۶ مہینے میں suit کا فیصلہ کرنا ہے۔ جب آپ دعوے کے پابند ہیں، آپ نے title کا فیصلہ نہیں کرنا ہے، Section 9 میں title decide نہیں ہوتا۔ Section 9 میں صرف یہ decide ہوگا کہ کون قبضے میں تھا، کامران تھا یا مندوخیل صاحب تھے۔ آپ نے ۶ مہینے میں دعویٰ decide کرنا تھا، final decision دینا تھا، final decision دیتے۔ اس کے بعد بھلے معاملہ چلتا رہتا سپریم کورٹ کے پاس کم از کم یہ تو ہو جاتا کہ میرے حق میں ہوا ہے یا مندوخیل صاحب کے حق میں ہوا ہے۔ یہ تو نہ ہوتا کہ ہم نے interim order کروایا تھا اور اس کے بعد ہم اس کو رگڑتے رہے، ۱۰ سال اس میں گزر گئے پھر نئے سرے سے ۱۰ سال لگیں گے اور final order کے لئے مزید litigation شروع ہو جائے گی۔ ان کی سوچ اچھی ہے مگر جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ جناب! آگے چلوں۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر، جی ہاں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، اب آئیے جناب! Page 15 پر۔ مقصد again ذہن میں رکھیئے کہ جو انہوں نے statement دی ہے Bill کے ساتھ یہ انہوں نے اس معاملے کا speedy disposal کرنا ہے۔ انہوں نے اس کی cost کم کرنی ہے۔ اس کی speed تیز کرنی ہے۔ اب اس کو پڑھیے جناب! یہاں پر انہوں نے Page 15 پر نمبر انہوں نے 17 لگا یا ہوا ہے for section 89 جناب کے سامنے ہے۔ وسیم سجاد صاحب بھی اس کو دیکھ رہے ہوں گے اور محترم وزیر صاحب بھی اس کو دیکھ رہے ہوں گے۔

for section 89A, the following shall be substituted, namely:-

Alternative Dispute Resolution (ADR) All courts.

Mr. Presiding Officer: Alternative dispute.

Senator Kamran Murtaza: Alternative dispute. All courts shall, in cases of civil or commercial nature at any stage of the case, preferably at the initial stage, require the parties to have resort to one of

alternative dispute resolution methods, such as mediation or conciliation.

آگے ہے جناب۔

"Not withstanding anything contained in sub-section (1), the parties may resort to mediation or conciliation before the legal proceedings are commenced in a court and in that case the parties or either of them may apply to the court for resolution of their disputes through mediation or conciliation. If either of the parties applies to the court for resolution of their disputes through mediation or conciliation, the court shall serve notice on the other party or parties and if both or all of them agree on resolution of their dispute through mediation or conciliation, the court shall refer the matter to a mediator or conciliator as provided in sub section (3) and upon such reference other provision of this section shall *mutatis-mutandis* apply.

اب ہو گا کیا کہ فرض کر لیجیے انہوں نے ADR کے لیے ایک provision کر دی کہ alternatively court سے burden کم کرنے کے لئے، سوچنے کے حوالے سے یہ بڑا اچھا concept ہے کہ court کے اوپر اس طرح سے burden کم ہو جائے گا اور وہ court کا burden ہم نکال کر، اس کو ہم areas کے ذریعے طے کر لیا کریں گے۔

اب ذہن میں پھر اس کی statement کہ speedy justice provide کرنا ہے اور اس کے اخراجات بھی کم ہونے ہیں۔ فرض کر لیجیے کہ میرا ایک case ہے آپ کے خلاف اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کا فیصلہ ADR سے کروایا جائے۔ میں ان دو باتوں کی وجہ سے جا سکتا ہوں ایک نیک نیتی کی وجہ سے اور دوسرا بدنیتی کی وجہ سے، دونوں باتیں ہوسکتی ہیں۔ اگر میں نے نیک نیتی کی وجہ سے application دی تو وہ application اب آپ چلے جائیے اس provision کی طرف جہاں انہوں نے civil side پر judges کے دو stages of trial بنا دیئے ہیں۔ آیا میں یہ application پہلے والی stage کے پاس دوں گا preferably at initial stage ٹھیک ہے، اگر فرض کریں کہ میں نے نہیں دی تو دوسرے judge کے پاس دوں گا یا پہلے judge کے پاس دوں گا۔ پہلے judge کے پاس آئے گی تو وہ خود سن سکتا ہے۔ اگر

دوسرے judge کے پاس آئے گی تو وہ خود سنے گا یا واپس پہلے والے judge کو بھجوائے گا۔ کچھ پتا نہیں چلے گا۔ ٹھیک ہے جناب۔

چلیں فرض کر لیا کہ میں نے یہ application file کر دی نیک نیتی سے، تو آپ نے speed کے ساتھ اپنے اخراجات بھی کم کرنے تھے تو وہ معاملہ کس طرح settle ہو گا؟ کوئی retired judge, کوئی وکیل ہو گا، کوئی ان کے پاس وکیلوں کا panel ہو گا، Technocrats ہوں گے۔ ان کے پاس civil servant ہوں گے، ان کے پاس یہ معاملہ refer کیا جا سکتا ہے۔ یہ application وہ application ہے جو نیک نیتی سے refer کی ہے۔ میں نے application file کر دی۔ اس application کے file کرنے میں، اس کا جواب آنے میں جتنا وقت لگا، لگا۔ اب اس panel کے پاس ایک طرف سے اگر فرض کر لیا جائے کہ دوسری party نے oppose کیا۔ کامران صاحب نے یہ application file کی اور مندوخیل صاحب نے oppose کیا پھر تو یہ provision redundant ہو گئی، پھر تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ provision redundant ہو گئی، وہ معاملہ ADR کے لئے جا ہی نہیں سکتا۔ اب فرض کر لیجیے کہ دوسری party یہ جانتی ہے کہ میں نے application نیک نیتی کے ساتھ file کی مگر دوسری party یہ جانتی ہے کہ میں نے اس کو prolong کرنا ہے۔ انہوں نے consent کر دیا کہ ٹھیک ہے بھجوا دیجیئے۔ کامران صاحب کو بھجوا دیجیئے، کامران صاحب اس معاملے کو ADR میں settle کر دیں۔ ظاہر ہے آپ کامران صاحب کے پاس بھجوائیں گے تو کامران اللہ کے واسطے وہ کام نہیں کرے گا، وہ ریٹائرڈ جج اللہ کے واسطے کام نہیں کرے گا۔ آپ کو اس کی fee pay کرنی ہو گی۔ وہ ریٹائرڈ جج صاحب ٹیکنوکریٹ ہوں گے، ریٹائرڈ سول سرونٹ ہوں گے، جو وکیلوں کا پینل ہوگا وہ اللہ کے واسطے تو اس بندے کا کام نہیں کرے گا۔ اس معاملے کو settle کرنے کے لیے اس کے پاس ساٹھ دن بل کے ہیں اس کا sub section 5 ہے، ساٹھ بل میں ہیں اور جس کو اس میں further بڑھایا جا سکتا ہے 30 دن اور، یہ 90 دن وہاں معاملہ پڑا رہ سکتا ہے۔ اس کے لیے fee pay کرنی پڑے گی ایک پارٹی کرے گی یا پتا نہیں دو پارٹیاں pay کریں گی؟ اگر پارٹی ایک pay کرے گی تو وہ کہیں گے کہ جی میں کیوں کروں یہ تو apply کامران نے کیا تھا، کامران pay کرے۔ یہاں تو dispute پیدا ہو گیا۔ نوے دن ہم نے یہاں گزار دیئے اور ہم نے اس بندے کے اخراجات ادا کرنے ہیں۔ اس بندے کے جو ADR آ رہا ہے، جو متبادل طریقہ کار ہم نے سوچا، اس کے لیے ہم نے fee pay کرنی ہے۔ اگر وہ ریٹائرڈ جج سپریم کورٹ کے ہیں تو یہاں پر arbitration میں

وصی ظفر صاحب کو پتا ہوگا کہ لاکھوں روپے اس بات کی فیس لیتے ہیں یا ہائیکورٹ میں arbitration کرتے ہیں تو لاکھوں روپے لیتے ہیں تو میرے جیسا یا آپ جیسا کوئی بندہ ہوگا تو ہزاروں روپے میں کام چل جائے گا۔ مگر ہزاروں یا لاکھوں روپے فیس دینے کے بعد میں معزز وزیر صاحب سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا اس کا کوئی binding effect بھی ہے۔ میں نے apply کیا تھا اور رحیم صاحب نے کہا چلو ٹھیک ہے اس کو بھجوا دیں۔ اس میں time لے لیں گے، نوے دن گزر گئے، Payment ہو گئی۔ اس کے بعد میں اور رحیم صاحب وہاں جا کر اس کو delay کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہاں جا کر کہتے ہیں کہ میں تو کسی فیصلے پر agree نہیں کرتا۔ یہ فیصلہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں آپس میں اس conciliation یا اس mediation کے نتیجے میں agree کر جائیں۔ اس mediator کے پاس یہ power نہیں ہے کہ وہ میرے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ کر وا سکے۔ وہ فیصلہ، وہ power صرف اس وقت ہے جب ہم دونوں بھی اس کے ساتھی بن جائیں یعنی ہم تینوں بنیں۔ ہم تینوں میں سے ایک بھی نہیں بنے گا تو یہ فیصلہ نہیں ہوگا۔ آپ کے نوے دن گزر گئے۔ ساٹھ دن ایک اورتیس دن ایک، اتنی بڑی فیس جو آپ نے اس mediator کو ادا کی، وہ ضائع گئی اور اس دوران نوے دن گئے اور باقی آپ نے کورٹ میں apply کیا ہوا تھا اور اس میں دوسرے معاملات بھی تھے، اس میں نوے دن مزید گزر جائیں گے۔یہ تقریباً آپ نے ۱۸۰ دن ضائع کر دیئے اور وہ پیسے ضائع کر دیئے اور اس کا effect کیا ہے کہ تینوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں مانتا تو معاملہ ختم ہو گیا۔ اب وہی case چلے گا۔ جناب! اس provision کا کیا کوئی فائدہ ہے۔ ایسی provision جس میں ہم نے صرف بیٹھنا ہے، گفتند نشستند، برخاستند تو اس کا کوئی فائدہ ہے؟ ظاہر ہے کہ اس میں کسی کے حق میں وہ mediator فیصلہ دے گا اور کسی کے خلاف دے گا---

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : بہرحال you have just made the point آپ آگے چلیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی : جی، اس میں جناب! میں صفحہ ۱۶ پر اس provision کو پڑھنا چاہتا ہوں کہ

"If as a result of the efforts of the mediator or the conciliator, a settlement is reached between the parties, the mediator or the conciliator,

shall record such settlement, duly signed by him and by the parties and submit it to the court. The court shall pronounce judgement in terms of the settlement and upon the judgement so pronounced a decree shall follow".

بات وہی ہو گئی کہ اگر ہمارے درمیان کوئی settlement ہوگئی تو پھر اس کا کوئی binding effect ہوگا، اس کے علاوہ کوئی binding effect نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ انہوں نے آٹھویں میں بھی کہہ دیا۔

"If the efforts of mediator or the conciliator fail in bringing about a settlement between the parties, the mediator or the conciliator shall submit a report certifying that the parties have not reached any settlement and the court shall proceed with the case".

اب وہ certify کرے گا کہ دونوں میں راضی نامہ نہیں ہوا، یہ سارا کچھ کرنے کے بعد راضی نامہ نہیں ہوا، اب courts اپنا کام کریں۔ اس میں اخراجات اور وقت، دونوں کا زیاں ہوا اور اس کا سارے کا سارا مقصد فوت ہو گیا۔

اب اس کے بعد Page 20 پر ہے اور یہ ہائیکورٹ کی ان powers کو deal کر رہا ہے جو revision سے relate کرتے ہیں۔

"Court shall supply a copy of the decision within three days of such information. An Application under this section shall be made within thirty days of the supply of the copy and the High Court shall decide such application within ninety days of its filing".

اب اس کو بہت غور سے پڑھیے، کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ وقت supply of copy سے شروع ہو۔ وقت from the date of order, from date of judgement سے شروع ہوتا ہے، ہاں اس میں interval ہوتا ہے، وہ interval وہ ہوتا ہے کہ date of application جب آپ اس کاپی کے لیے apply کرتے ہیں اور جس تاریخ کو وہ copy prepare ہوتی ہے date of application میں اور date of preparation of that copy میں جو time ہوتا ہے، اس کو ہم interval period کہتے ہیں، اس کو تو ہم نے Limitation Act میں exclude کیا ہوا

ہے مگر کبھی بھی ایسا نہیں ہوتا کہ آپ اس کو supply of copy کے ساتھ۔۔۔' آپ نے جو next remedy avail کرنی ہے اس کو supply of copy کے ساتھ attach کریں۔ اس کو from the date of that order or from the date of that judgement attach کرتے ہیں اور exclusion آپ کو Limitation Act independently میں provided ہے۔ انہوں نے یہاں پر یہ problem کر دیا کہ supply of copy کے ساتھ اس کو attach کر دیا۔ اب کیا ہوگا' میں اور وسیم سجاد صاحب پھر manipulate کریں گے' عبدالرحیم مندوخیل صاحب مار کھائیں گے کیونکہ supply of copy ہے۔ میں نے copiest کے ساتھ مل کر درخواست دے دی' اس نے date of supply چھ مہینے بعد کی ڈال دی۔ اب آپ کے پاس 30 days تھے' آپ نے ان 30 days میں revision file کرنی تھی آپ کہیں گے کہ supply of copy سے limitation run کرتی ہے گو کہ انہوں نے لکھا ہے کہ تین دن میں سپلائی کرنی ہے تو اب copiest کے پاس وقت نہیں تھا' مجھے اتنا ٹائم ملا ہے اب limitation یہاں سے run کرے گی۔ آپ کا یہ مقصد بھی فوت ہوگیا کہ within 30 days آپ نے next step پر جانا ہے۔ آپ کا یہ مقصد بھی فوت ہوگیا کہ یہاں پر ہائیکورٹ کو آپ نے پابند کیا تھا کہ 90 days میں آپ نے اس کا فیصلہ کرنا ہے۔

جناب پریزائیڈنگ آفیسر: اس مسئلے کا آپ کے پاس کیا حل ہے؟

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب والا! میرے پاس اس کے بہت سے حل ہیں۔ وزیر صاحب میرے ساتھ بیٹھ جائیں لیکن وہ جلدی ناراض ہو جاتے ہیں' کہتے ہیں کہ میں نے اپنا دفتر بند کر دیا ہے' مجھے لاکھوں روپے نقصان ہو رہا ہے۔ وہ دفتر مجھے دے دیں' میں جا کر ان کے junior کے طور پر کام کروں گا۔ اس مسئلے کا بھی حل ہے۔ یہ جو چھوٹی چھوٹی ترامیم یہیں بیٹھ کر ہم نے بنا کر move کر بھی دیں مگر وقت شاید اتنا نہیں تھا' ہم دوسرے معاملے میں لگے ہوئے تھے' اس لیے پیش نہ کر سکے۔ اگر یہ Bill next session تک چلا گیا تو ہم معاملے کو سیدھا کر کے جناب کے پاس لے آئیں گے۔ اس معاملے کا حل موجود ہے اور اس پر ایک دفعہ پھر چلے جائیے۔ آپ subordinate court کو کہہ رہے ہیں کہ آپ نے تین دن کے اندر اندر فیصلے کی copy supply کرنی ہے۔ جناب والا! کیا یہ بات practicable ہے؟ جو بڑے شہر ہیں وہاں copiest کے پاس rush دیکھیے' جج صاحب نے short order تو لکھ دیا ہے

detailed order نہیں لکھا ہے، فیصلہ available نہیں ہے۔ کیا یہ ممکن ہوگا کہ تین دن میں وہ آپ کو copy supply کر دے، تین دن میں اس کا ملنا امکانات میں رہے گا؟ پھر آپ نے ہائیکورٹ کو پابند کیا ہے کہ آپ نے اس petition کا 90 days میں فیصلہ کرنا ہے۔ آپ پنجاب کے رہنے والے ہیں، کیا لاہور ہائیکورٹ نے 90 days میں کسی miscellaneous application کا بھی فیصلہ کیا ہے؟ ممکن نہیں ہے۔ آپ ایسے قانون کیوں بناتے ہیں جس کو میں اور آپ مل کر توڑیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی ساری discussion procedure کے متعلق ہے چونکہ ابھی clausewise second reading ہونی ہے تو مناسب ہوگا کہ آپ یہ ساری چیزیں اس وقت تک اٹھا رکھیں اور اس وقت دیں۔ I think that this is sheer wastage of time of this House. دوبارہ clausewise یہ ساری باتیں ہوں گی۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اس سے پہلے ایک بات سن لیجیے، میں at least آج کی حد تک اس کو conclude کر دیتا ہوں پھر اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ میں in writing لے آؤں گا۔ اب page 31 پر آئیے۔ انہوں نے کیا کیا ہے کہ اب یہ فیصلہ respondent کرے گا کہ کورٹ نے stay صحیح دیا ہے یا نہیں

on page 31, after Sub Rule (1), so numbered and amended as aforesaid, the following rule, Sub Rule(2) shall be added namely; where notice under this rule is necessary to be given to the opposite party and injunction is granted without such notice the injunction shall be of no legal effect.

یعنی اب یہ فیصلہ litigant کرے گا۔ یہ فیصلہ اب میں کروں گا۔ Stay High Court نے دیا، سول جج نے دیا، سپریم کورٹ نے دیا ہے، District Judge نے دیا، میں کہوں گا کہ جناب! چونکہ مجھے اس stay دینے سے پہلے جو notice required تھا وہ notice عدالت نے نہیں دیا بلکہ تیخ ماری ہے اس لیے کورٹ نے جو تیخ ماری ہے یہ مجھ پر binding نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہرحال آپ اس کو ذرا conclude کریں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں conclude کردیتا ہوں۔ اس میں اور بھی بہت ساری غلطیاں ہیں۔ انہوں نے بہت محنت کی ہے۔ ہم ان کی محنت کی قدر کرتے ہیں۔ ان غلطیوں کا

درست کیا جانا بہت ضروری ہے۔ آپ کے ذہن میں ارسطو اور افلاطون کا وہ قصہ ہوگا۔ وہ جو ایک آپریشن کر رہے تھے اور شاگرد ان کے ساتھ تھے۔ استاد آپریشن کر رہا تھا' جب اس نے ماتھے کو چیرا اور اس میں سے کیڑا اس نے اٹھانا تھا۔ اس کے پاس جو چمٹی تھی جس سے کیڑا اٹھانا تھا وہ سوچ میں پڑ گیا کہ میں اس کو اٹھاؤں گا تو اس نے اپنے پنجے دماغ میں گاڑے ہوئے ہیں۔ اگر میں اس کو اٹھاؤں گا تو سارا دماغ distrub ہو جائے گا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس کے شاگرد نے کہا کہ آپ ایسا کریں اس چمٹی کو گرم کرلیں اور پھر جب آپ اس کو گرم چمٹی سے اٹھائیں گے تو اس کے پاؤں خود بخود کھل جائیں گے۔ میں بھی ان سے کہتا ہوں کہ اس چمٹی کو گرم کر لیجئیے تاکہ پاؤں کھل جائیں۔ انہوں نے بڑے بڑے وکیلوں ' اعتزاز احسن صاحب' دوسروں کو اس کی کاپی advance میں دی تھی۔ چھوٹے چھوٹے وکیلوں کو نہیں دی تھی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ جناب سواتی صاحب۔ جی' آپ کچھ کہہ رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب چیئرمین! میں آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں جو کہ بہت ہی اہم ہے۔ پرسوں ظل ہما عثمان کو شہید کردیا گیا ہے اور جس آدمی نے شہید کیا ہے بعض ٹی وی چینل اس پاگل کے نام کے ساتھ مولوی لکھ رہے ہیں۔ میں اس کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس کا بڑی سختی سے نوٹس لینا چاہتا ہوں۔ اس ایوان کو بھی اور آپ کو بھی کہتا ہوں کہ اس کا نوٹس لیا جائے کیونکہ یہ علماء اور قوم کی بہن' بیٹیوں کے درمیان لڑائی کرانے کی ایک بہت بڑی سازش ہے۔ ٹی وی میں پتا نہیں کون سے ایسے عناصر ہیں جو یہ کرا رہے ہیں۔ علماء کا کبھی کوئی ایسی فتویٰ نہیں تھا کہ کوئی عورت حکمران نہیں ہوسکتی۔ میں آج خواتین کے ایک اجلاس میں تقریر کروں گا اور اس میں علماء کا موقف بیان کروں گا۔ ایوان کی طرف سے میں التجاء کرتا ہوں اور میں آغا صاحب سے بھی عرض کرتا ہوں کہ انہیں یہ کہا جائے کہ مولوی کا لفظ اس جنونی آدمی کے نام کے ساتھ نہ لگایا جائے۔ وہ تو خراد کا ایک عام سا کاریگر تھا۔ چہرے سے اور اس کی بات سننے سے بالکل پاگل اور نفسیاتی مریض لگتا ہے۔ اس سے علماء کی بہت بڑی بدنامی ہو رہی ہے لہذا یہ ٹی وی چینلوں پر نہ آئے۔ اگر کوئی لکھے گا تو ہم اس کے خلاف مقدمہ دائر کریں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: You are right. میں سمجھتا ہوں کہ نہ کوئی عالم ایسی

بات کہہ سکتا ہے، نہ ایسی تبلیغ کرسکتا ہے، نہ اسلام میں ایسی کوئی چیز ہے کہ عورتوں کو اچھا مقام، یا حکمرانی نہ ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری باتیں اس کی ناسمجھی اور لاعلمی کی وجہ سے ہیں۔ اسلام نہ اتنا کوتاہ نظر ہے اور نہ اتنا محدود وژن ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ، جناب چیئرمین! علماء کے کسی طبقے نے زندگی میں کبھی یہ نہیں کہا کہ فلاں حاکم کو قتل کردو۔ اگر حاکم فاسق، ظالم بھی ہو تو علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا، صحیح نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، کسی مسلمان کو قتل کرنا it self انسانیت کا قتل ہے اور یہ کسی بھی مذہب میں جائز نہیں۔ اسلام میں تو یہ بالکل حرام ہے۔یہ نہ اسلامی کام ہے اور نہ ہی یہ مولوی کی تبلیغ ہوسکتی ہے۔ شاید اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اور پہلے بھی وہ fanatic مشہور ہے اور پہلے بھی دو چار برے کام کرچکا ہے لیکن ظاہری شکل و صورت سے ٹی وی والے اس کو مولوی لکھتے ہیں۔ آپ کی بات ٹھیک ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ، جناب! مولوی ایک لقب ہے جو باقاعدہ دینی مدارس سے جاری ہوتا ہے۔ اس لقب کے خلاف ملک میں یہ کام ہو رہا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، مولویوں کو بدنام نہیں کرنا چاہیئے۔ ٹی وی والے اسے مولوی نہ لکھیں، اسے ایک جنونی بندہ لکھیں۔ جی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب! میں عرض کرنا چاہوں گا کہ قطعی طور پر غلط تاثر، ایسے الفاظ استعمال کرکے دیا جا رہا ہے۔ علماء کرام ہمارے اور ساری پاکستانی قوم کے لیے قابل احترام ہیں۔ ویسے بھی اس شخص کی جو history نظر آ رہی ہے وہ کیونکہ serial killer اور بدنام زمانہ آدمی ہے۔ مجھے اس کے متعلق پتا چلا کہ پورے ضلع میں اس کے خلاف ایک خاص تاثر تھا۔ لوگ اس سے ملنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ پتا نہیں وہ کیسے وہاں پہنچ گیا اور یہ حادثہ ہوا۔ میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمیں بھی احتیاط کرنی چاہیے اور میڈیا سے بھی میری گزارش ہے کہ وہ بھی احتیاط کرے۔ میں درخواست کروں گا کہ یہاں پر ظل ہما کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے اور پھر ایک اور گزارش ہوگی ضیاء شاہد جو ہمارے بڑے قابل احترام صحافی بھائی ہیں ان کے بیٹے کے لئے بھی فاتحہ خوانی کروائی جائے، ان کی بڑی ناگہانی اور جواں سال موت ہوئی، ان کے لئے بھی یہاں پر فاتحہ خوانی کروائی جائے۔ بہت شکریہ۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب والا! میں اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کی تائید کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ

Senate places on record its deepest regret and sorrow on the sad demise of Zill-e-Huma, who was a Parliamentarian and a very well respected lady of Gujranwala District. We all deprecate this incident in words

کیونکہ ان کا تعلق legislature سے ہے اس لئے اگر یہ سینیٹ کے record پر بھی آجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی تجویز ہو گی۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر : یہ بڑی اچھی بات ہے۔ جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : میں ظل ہما کے ناروا قتل پر بڑے افسوس کا اظہار کرتا ہوں بلکہ افسوس یہ ہے کہ پارلیمنٹ نے بھی اس کو اس طرح نہیں لیا جس طرح یہ واقعہ ہوا ہے کہ ایک خاتون کو اس شخص کے اپنے الفاظ میں اس لئے قتل کیا جائے کہ وہ ایک عورت ہے، عورت کو اسمبلی کی ممبری یا حکومت اور اقتدار نہیں دیا جا سکتا اور وہ واجب القتل ہے۔ اس کے بارے میں تمام پارلیمنٹ کو serious لینا چاہیے تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ کل کا دن، پرسوں کا دن، یہ ایسے گزرے، کوئی اظہار نہیں ہوا۔ جناب! بات یہ ہے کہ جس شخص نے یہ کام کیا ہے اس نے الفاظ یہ استعمال کئے ہیں کہ عورت کو اقتدار نہیں مل سکتا لہذا وہ واجب القتل ہے اور یہ انتہا پسندی ہے اور یہ کہنا کہ وہ فلاں پیشے سے نہیں ہے، فلاں پیشے سے ہے یہ بھی انتہا پسندی ہے اور اس کو فروغ دیا جا رہا ہے اور یہ عمل کہ ایک خاتون وزیر کو شہید کیا گیا، ہمیں اس انتہا پسندی کو condemn کرنا چاہیے۔ ہم اس کو ایسے لے رہے ہیں جیسے کچھ نہیں ہوا۔ یہ بہت بڑا واقعہ ہے۔ جس طرح یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے، یہ انتہا پسندی ہے، اس کی مذمت کرنی چاہیے۔ ہم parliamentarian ہیں اور یہ نہ دیکھیں کہ اس کا کس پارٹی سے تعلق ہے۔ جناب والا! میں پھر یہی عرض کروں گا کہ ہم اس کے لئے فاتحہ کریں اور دعا کریں کہ ان کے لواحقین کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا کرے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : اور اس جنونی کی ناسمجھی کی وجہ سے اسلام جیسے مذہب پر ایک دھبہ لگ گیا، بدنامی ہوئی ہے، یہ بہت قابل مذمت ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : ہمیں اس انتہا پسندی کو condemn کرنا

چاہیے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ، جناب چیئرمین! پانی پت میں جو پاکستانی شہید ہوئے ہیں ان کے لیے بھی فاتحہ خوانی کروالیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، وہ آپ سے کرواتے ہیں۔ جی سواتی صاحب۔

Senator Muhammad Azam Khan Swati: It is requested to the House to join me in the prayer.

(اس موقع پر دعائے مغفرت کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، پیرزادہ صاحب! سمجھوتہ ایکسپریس میں جتنے بندے شہید ہوئے ہیں ان کے لئے اور ظل ہما صاحبہ جو المناک موت سے دو چار ہوئی ہیں' ان کے لئے بھی اور عدنان شاہد صاحب' جو بڑے سینیٹر اور بڑے ہی قابل صحافی تھے' بڑی جواں سال موت ہوئی ہے' ان سب کے لئے آپ ذرا اٹھ کر دعائے مغفرت کروائیں۔

CONDOLENCE RESOLUTION RE: DEATH OF MEMBER PROVINCIAL ASSEMBLY

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! ایک منٹ' اسی کے متعلق ہے۔

"Senate of Pakistan places on record its sorrow and grief over the most brutal murder of Zill-e-Huma, MPA and Minister for Social Welfare, Government of the Punjab and demands that the culprit should be tried and dealt with in accordance with law as early as possible. The House expresses its sympathy with the bereaved family and the copy of this resolution be sent to the bereaved family and prays that her soul may rest in peace".

Mr. Presiding Officer: Now, I put this Resolution to the House whether it is acceptable to all of you?

(The Motion was carried.)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، اب میں جناب پیرزادہ صاحب سے درخواست کروں گا

کہ وہ ان سارے شہیدوں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ :بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اے اللہ جو مسلمان سفر میں ہندوستان سے اپنے گھر واپس آرہے تھے، وہ راستے میں شہید ہوگئے یا اللہ ان کی دوہری شہادت بنتی ہے۔ اے اللہ ان کو شہادت کا مقام نصیب فرما۔ اے اللہ ان کے جو پسماندگان ہیں ان کو صبر جمیل عطا فرما اور ان کی حفاظت فرما۔ اے اللہ تو ان کی مغفرت فرما جن کے صاحب چلے گئے ہیں، اے اللہ تو ان کا ساتھی بن جا، جن کے ساتھی چلے گئے ہیں۔ اے اللہ تو ان کا معاون بن جا، جن کے معاون اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ اے اللہ ہماری بچی ظل ہما جس پارٹی سے بھی تعلق رکھتی تھی، کسی بھی پارٹی کی کوئی بھی بچی یا بچہ ہو، اپنی پارٹی کا کام کرتے ہوئے اگر اس کو شہید کر دیا جائے، اس کو مار دیا جائے، اس کو قتل کر دیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ شہید ہے، اے اللہ اس کو شہادت کا درجہ عطا فرما۔ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرما۔ اس کے گناہ معاف فرما۔ اس کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما۔ عدنان صاحب کو شہید کیا گیا ہے اللہ ان کی بھی مغفرت فرما۔ بلوچستان، سرحد، کراچی میں جہاں بھی ہوں، اے اللہ جو لوگ اچانک اس دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اس دہشت گردی کا نشانہ بنتے ہیں اے اللہ ان کی مغفرت فرما۔ یہ جو علم اور علماء کے خلاف شرارت ہو رہی ہے اے اللہ ہمارا یہ کبھی مسلک نہیں ہے کسی کو قتل کرنا، کسی بھی صورت میں، وہ جج اور قاضی کا حق ہے، یا اللہ کسی عام آدمی کا کوئی حق کبھی نہیں ہے، اے اللہ ہمیں اس مصیبت اور اس فتنے سے بچا۔ ہمارے ملک میں امن و امان قائم فرما۔ (عربی) جو زخمی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرما۔ جو ان کو پیسے ملے ہیں ان پیسوں میں برکت عطا فرما اور ان کو جلدی شفا عطا فرما۔ (آمین)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : میں سینیٹ سیکرٹریٹ کو ہدایت کروں گا کہ جو resolution جناب چوہدری محمد انور بھنڈر صاحب نے پیش کیا اور پاس ہوا اس کی ایک کاپی محترمہ، مرحومہ ظل ہما صاحبہ کے خاندان کو بھیجی جائے۔ جی سواتی صاحب۔

Senator Muhammad Azam Khan Swati: Mr. Chairman! after some profound arguments, very pertinent by honourable Senator, I think we have to sort it out and spend some more time because hundreds and thousands and millions of litigants in this country are looking towards this

particular Reforms Bill. I extend and express my gratitude and say thanks, to honourable Wasi Zafar and also honourable Wasim Sajjad that they did send me a copy of the proposed Bill. However because of my illness and while living overseas I did contact few of my colleagues who have very good legal backgorund. I do not know if they have been able to extend any help or not but when I looked at the proposed Bill I was completely lost that why are we putting our resources, time and money and still clogging the whole legal system. I am just giving you a very brief description of without......

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : آپ کو brief نہیں بلکہ اس ساری چیز پر گفتگو کے لئے detailed وقت دیا جائے گا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی : جناب ! I am just mentioning one thing اور اس وقت میرا یہ خیال ہے کہ امریکہ کی مثال دینا ہی کم از کم ہم سب کے لئے لعنت ہے کہ جو شخص ساری دنیا کو دہشت گردی کی فضا میں دھکیل رہا ہے، جیسے میں بش کہتا ہوں، اس کی مثال دینا ہی اس وقت ہماری کمزوری کی علامت ہے لیکن پھر بھی اللہ کے قانون کے بعد، جو کہ مکمل قانون ہے، اگر اس کے بعد اگر انسان نے کوئی قانون بنایا ہے، میں باقی دنیا کے قوانین سے واقف نہیں لیکن کم از کم پاکستان کے قانون سے تھوڑا بہت exposure ہے اور امریکہ کے قانون سے کافی، تو میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ اس انسان کا بنا ہوا قانون اس دنیا میں موجود ہے تو ہم اس کو کیوں adopt نہیں کرتے۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں، کامران صاحب نے جتنی بھی باتیں کیں، آسان طریقہ یہی ہو گا کہ اگر ہم نے واقعی reform کرنی ہے تو اس کو اتنا آسان بنائیں کہ عام آدمی کی سمجھ میں بھی آئے اور سستا انصاف میسر ہو۔ جناب! وہاں یہ ہوتا ہے، میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ civil case میں petition file ہوتی ہے، تیس دن کے بعد---اگر honourable Leader of the House سنیں تو میں آپ کی وساطت سے یہ بات انہی کے لیے کر رہا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جناب Leader of the House, وہ آپ سے مخاطب

ہیں۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: کیونکہ ان سے زیادہ تجربہ کسی کا نہیں ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے وسائل کو ضائع نہ کریں، آپ مصالحتی system کو clog نہ کریں اور تھوڑا سا وقت خرچ کر کے کوئی ایسا bill لائیں---میں صرف امریکہ، مجھے اس نام سے بھی اب نفرت ہو رہی ہے لیکن پھر بھی لے رہا ہوں

Mr.Presiding Officer: You have made the point and it is noted.

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: وہاں civil case جناب عالی! اتنا آسان ہے کہ petition file ہوگئی، بیس دن کے بعد آپ نے response دینا ہے۔ اس response کے بعد petitioner interrogatory یا admission بھیجتا ہے دس دن کے بعد اور یہ time limit ہے، اس میں adjournment نہیں ہوسکتی، ان دس دنوں میں وہ جواب دیتا ہے اور اس کے بعد trial شروع ہوتا ہے۔ Trial کہاں سے شروع ہوتا ہے؛ وکلاء کی court میں، ان کے چیمبر میں شروع ہوتا ہے۔ جج سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر ہم نے اپنے ججوں، عدالتوں اور ان resources کو کم کرنا ہے تو پھر ہمیں ان دونوں وکلاء پرمکمل trust کرنا ہو گا۔ اس judicial system میں ہمیں وہ trust پیدا کرنا پڑے گا اور وہ ساری کارروائی deposition, discovery جتنی بھی ہے جناب! وہ ساری دو وکلاء کے دفتر میں ہوتی ہے اور وہاں پر ایک سٹینوگرافر اس ساری کارروائی کو type کرتا یا video کے ذریعے record کرتا ہے اور آخر میں ہمیں motion کے لیے judges کے پاس جانا پڑتا ہے۔ ایک چھوٹا سا گاؤں جس کا نام اوگی ہے، جہاں کا میں رہنے والا ہوں، وہاں پر ہمارے ایک civil judge صاحب ہیں، روزانہ پچاس سے ساٹھ cases ان کے docket پر لگے ہوتے ہیں۔ خدارا! انصاف کریں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مہربانی کریں، ٹھیک ہے، ہمارا standard ابھی ان سے تھوڑا سا پیچھے ہے۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: آخر میں آپ کو یہ کرنا پڑے گا۔ پچاس ساٹھ cases کا وہ Civil Judge بیچارا ایک دن میں کیسے فیصلہ کرے گا؛ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو بھی Reforms Bill لا رہے ہیں، یہ بڑا زبردست ہے، یہ عام آدمی کو انصاف مہیا کرے گا لیکن اس پر تھوڑا سا وقت خرچ کر کے جتنے بھی legal practitioners اس ایوان کی زینت بنے

ہیں، کامران صاحب، بھنڈر صاحب، ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب ہیں اور میرے کئی اور دوست ہیں جن کا exposure ہے اور تجربہ ہے، مہربانی کرکے اس پر تھوڑا سا وقت اور خرچ کریں تاکہ ہمارے وسائل کا صحیح طور پر مصرف ہو اور لوگوں کو انصاف میسر ہو۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ اب میں ممبران کی اجازت سے ایک order پڑھنے والا ہوں۔ ...Please

سینیٹر آغا پری گل: ہم خواتین جتنی بھی ہیں ہمیں صرف ایک ایک منٹ دیا جائے تاکہ سب اپنے صوبے کی طرف سے یہ جو----

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سب کا collective ہو گیا ہے، آغا صاحب، پیرزادہ صاحب نے بڑی اچھی گفتگو کی ہے۔

سینیٹر آغا پری گل: ایک ایک منٹ دے دیں۔ ایسی کونسی بات ہے۔ جب ہم پورا دن آپ لوگوں کی تقریریں سنتے ہیں، اس وقت یہ بہت serious معاملہ ہے۔ آپ ایک ایک منٹ دیں، ایک منٹ سے زیادہ نہیں لیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پھر اپنے اس وعدے پر قائم رہیے گا کہ ایک ایک منٹ۔

سینیٹر گلشن سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب پریذائیڈنگ آفیسر! میں ظل ہما کے بھیانک قتل پر بہت زیادہ افسوس کا اظہار کرتی ہوں۔ ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ ایک پڑھی لکھی، خاندانی خاتون جو کہ وزیر تھی، دو بچوں کی ماں تھی، اس کو قتل کیا گیا۔ جناب والا! پاکستان میں ہر روز قتل، دہشت گردی کے بہت سے واقعات ہوتے ہیں مگر یہ واقعہ ایک الگ نوعیت کا ہے جس کا ہم سب کو نوٹس لینا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ میں سب سے زیادہ اپنی عدلیہ سے استدعا کروں گی، خاص طور پر سپریم کورٹ سے، یہ میرا message جانا چاہیے کہ Chief Justice of the Supreme Court اس چیز کا نوٹس لیں کہ قاتل پہلے بھی سات آٹھ خواتین کو قتل کر چکا ہے۔ اس کے بعد وہ آدمی باہر کیسے گھوم رہا تھا، اس بات کی investigation ہونی چاہیے، وہ دماغی مریض ہے یا نہیں ہے، یہ بعد کی بات ہے۔ میں افسوس کے ساتھ یہی کہوں گی کہ ہماری عدلیہ کے ججز بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے اتنے قتل کئے اور ہر دفعہ اس آدمی کو کس طرح چھوڑ دیا گیا؟ اس کے پس منظر میں اگر کوئی گروہ یا لوگ ہیں تو اس کی بھی نشاندہی کی جائے۔ جناب والا! میں سمجھتی ہوں کہ اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، شکریہ۔ سیمی صدیقی صاحبہ۔

سینیٹر سمین یوسف صدیقی، جناب والا! میں محترمہ ظل ہما کے قتل پر دلی افسوس کرتی ہوں۔ میری ایک تجویز اور گزارش ہے کہ ملزم کی ضمانت پر رہائی نہیں ہونی چاہیے۔ اس طرح کے مجرم ضمانت پر باہر آکر دوبارہ واردات کرتے ہیں لہذا اس کی ضمانت نہیں ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، صحیح ہے۔ پری گل صاحبہ۔

سینیٹر آغا پری گل، جناب چیئرمین! میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہم خواتین کی آہ و زاری سنی۔ بہت زیادہ دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ہماری پارٹی کی ساتھی اور وزیر ظل ہما کو قتل کیا گیا۔ میں اس کی پرزور مذمت کرتی ہوں اور میں گلشن سعید کی طرف سے سپریم کورٹ سے اپیل کی تائید کرتے ہوئے اپنے چیف جسٹس آف پاکستان کو اپیل کرتی ہوں کہ فوری طور پر action لیا جائے اور آجکل جیسے ہمارے چیف جسٹس فوراً نوٹس لیتے ہیں تو میں بھی ان سے یہ درخواست کروں گی کہ اس کیس کو بھی اپنے ہاتھ میں لیں اور فیصلہ کریں۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، محترمہ رزینہ عالم خان صاحبہ۔

سینیٹر رزینہ عالم خان، جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں بل کے بارے میں اتنا کہنا چاہوں گی کہ جو Chair اور Leader of the House کا فیصلہ ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ منسٹر صاحب نے اس بل کی تیاری میں بہت محنت کی اور وقت صرف کیا لیکن میں Oceanography bill کی مثال یہاں دیتی ہوں کہ وہ بل قومی اسمبلی سے بھی پاس ہو گیا تھا، مجلس قائمہ میں بھی گیا تھا لیکن جب وہ ایوان بالا میں آیا تو اس میں کچھ ایسی چھوٹی چھوٹی خامیاں تھیں جن کو ہمارے معزز ممبر جناب وسیم سجاد صاحب، انور بھنڈر صاحب، رضا ربانی صاحب، پروفیسر خورشید صاحب نے point out کیا اور ایک چھوٹی سی ترمیم میں نے بھی اس میں دی جوکہ اس میں incorporate ہوئی اور وہ بل پھر mediation کمیٹی میں گیا۔ وہاں پر وہ پاس ہوا۔ تب جاکر یہاں سے وہ پاس ہوا۔ وقت کی کوئی بات نہیں، بے شک وقت صرف ہو جائے لیکن بل میں کسی قسم کی کمی نہیں رہنی چاہیے کیونکہ جب قانون بنتا ہے تو اس میں کوئی lacuna نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں ظل ہما صاحبہ کے قتل کی شدید مذمت کرتی ہوں اور کہتی ہوں کہ ہم خواتین جب کسی کام کے لئے باہر آتی ہیں، وہ کھلی کچہری میں غریبوں کی بات اور فریاد سننے جا رہی تھیں۔ جنہوں نے قتل کیا، کوئی بھی عزت کا لفظ، ان کے نام کے ساتھ لگانا انتہائی غلط فعل ہے۔ میں شدید مذمت کرتی ہوں اور جو میری بہنوں نے پہلے کہہ دیا ہے میں اس کو نہیں دہرانا چاہتی۔ یہ ضرور ہے کہ ان کو قرار واقعی عبرتناک سزا دی جائے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! مجھے ظل ہما صاحبہ کی اس شہادت پر افسوس بھی ہوا اور میں اس کی مذمت بھی کرتی ہوں۔ میری بھی چیف جسٹس آف پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ اس کا از خود نوٹس لیں۔

جناب! کوئی بھی شخص اسلام کا ٹھیکیدار نہیں ہے۔ (xxx) اور کسی بھی عورت کا ایسا murder کرے۔ جناب! وہ اس سے پہلے بھی کئی قتل کرچکا ہے۔ معلوم نہیں کہ کس کی ایماء پر اس کو چھوڑا گیا۔ اس کے لئے سزا یہ ہونی چاہیے کہ اسے سرعام گولی ماری جائے۔ اس کے گھر کی کسی عورت کو باہر نکال کر ویسے ہی کنپٹی پر پستول رکھ کر فائر کیا جائے تاکہ اسے پتا چلے کہ جب اپنے مرتے ہیں تو انسان کا کیا behaviour ہوتا ہے۔ میں اس کے نام کے ساتھ لفظ (xxx) لگانے پر شدید احتجاج کرتی ہوں اور یہ تمام چیزیں صدر صاحب کے vision کو بری طرح متاثر کر رہی ہیں۔ جو خواتین باہر نکلی ہیں خدانخواستہ کیا وہ کوئی "call girls" ہیں یا وہ ایسی عورتیں ہیں جو لوگوں کو بُرے راستے پر لاتی ہیں؟ جناب! میں شدید protest کرتی ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ محترمہ ریحانہ بلوچ صاحبہ۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! ہم محترمہ کے جذبات کا احترام کرتے ہیں انہوں نے یہ جو الفاظ استعمال کئے (xxx) یہ الفاظ expunge کئے جائیں۔

\+ [(xxx) Words expunged by the orders of Mr. Presiding Officer]

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: جس بندے نے یہ کام کیا ہے------

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: درست ہے اور مجھے ان کی نیت پر شک نہیں ہے لیکن یہ الفاظ ایسے ہیں کہ یہ مناسب نہیں ہیں۔ داڑھی سنت ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: میں نے اس شخص کو کہا ہے۔ داڑھی شکر اللہ، الحمدللہ میرے اپنے گھر والوں کی بھی ہے۔ مجھے داڑھی پر اعتراض نہیں ہے، مجھے تو اس شخص پر اعتراض ہے کہ جو صرف داڑھی رکھ کر اپنے آپ کو مولوی کہہ رہا ہے اور اسلام کو بدنام کر رہا ہے، وہ اسلام کا ٹھیکیدار نہیں ہے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: ریکارڈ دیکھ لیا جائے، داڑھی کو بُرا نہ کہا جائے، آدمی کو بُرا کہا جائے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرازدہ: کلثوم باجی کے الفاظ اخلاص پر مبنی ہیں اور پروفیسر صاحب کی بات بھی بالکل صحیح ہے۔ آپ اس لفظ کو حذف کر دیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر غلط آدمی داڑھی رکھے تو وہ کوئی دیندار نہیں بن جاتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: انہوں نے اس پاگل جنونی کی داڑھی کو کہا ہے۔ بہرحال اس کے باوجود میں پارلیمانی روایات کے مطابق اس ریکارڑ کو درست رکھتے ہوئے یہ الفاظ expunge کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ جی ریحانہ بلوچ صاحب۔

سینیٹر ریحانہ یحییٰ بلوچ: Thank you Mr. Chairman, آپ نے مجھے floor دیا in all this rumpus. Sir, I also condemn very strongly میں ان کے افسوس کے لئے کل خود گوجرانوالہ گئی تھی and it was a pathetic site. ہماری بہت سی عورتیں پارٹی کی ہیں، ہم باہر جاتی ہیں، specially speaking for Balochistan. ہم ایک party convention میں تھے، اس پر بھی راکٹ attack کرنے کی کوشش کی گئی thanks God کہ وہ کامیاب نہیں ہوا۔ تقریباً دس بارہ لوگوں نے کل یہی کہا ہے کہ آپ جہاں جاتے ہیں be very careful تو میں اس سلسلے میں، میں اس floor سے request کرتی ہوں کہ ہمیں کچھ تحفظ یا کچھ تسلی دی جائے تاکہ ہم اپنے کام جاری رکھ سکیں۔ شکریہ۔

+ [(xxx) Words expunged by the orders of Mr. Presiding Officer]

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: شکریہ۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، جناب چیئرمین! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری بہن کلثوم پروین نے جذبات میں کہا اور ہم ان کے احساسات میں شریک ہیں' انہوں نے کہا کہ اس سرور کی بہن کو بھی نکال کر اسی طرح سے گولی ماری جائے۔ یہ بات ایک legislative کو زیب نہیں دیتی kindly اس کو بھی expunge کیا جائے۔ میں نے اگر کوئی جرم کیا ہے تو میرا بھائی یا بہن اس کے لئے liable نہیں ہوتے اور یہ چونکہ قانون ساز ہیں تو اس لئے ایسی بات کرنا کہ اس کی بہن' بھائی یا ماں کو سزا دی جائے مناسب نہیں۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: سزا ملزم ہی کو دینی چاہیے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ہم ان کے جذبات میں شریک ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ تھوڑا سا ایک دو ماہ پیچھے چلے جائیے۔ یہ ہمارے lodges میں معاملہ شروع ہے کہ خواتین کے گھروں میں چوریاں کی جاتی ہیں یا خواتین-------

(مداخلت)

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ایک منٹ' جناب! ایک منٹ' میرے پاس floor ہے اس طرح تو نہ کیا کریں' پتا نہیں ان کو کیاproblem ہو جاتی ہے؟

سینیٹر کامل علی آغا: یہ appreciate کرنے کی بجائے ہر معاملے میں politicize کرتے ہیں۔ کتنا سنجیدہ معاملہ چل رہا تھا' ہر بات میں سیاست نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے آج کل speed X capsule کھائے ہوئے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں ہر بات میں سیاست نہیں نکال رہا۔ ہر معاملے میں کامل علی آغا کو blood pressure ہو جاتا ہے' ان کو blood pressure کا problem ہے' ان کو check کروانا ضروری ہے۔ جناب! میرے پاس floor ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا: ہم ظل ہما صاحبہ کی ہلاکت کے واقعے کو discuss کر رہے ہیں' condemn کر رہے ہیں اور یہ معاملات کو politicize کر رہے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں politicize نہیں کر رہا ہوں' آپ کو کیسے پتا چلا کہ

میں کیا کہہ رہا ہوں۔

سینیٹر کامل علی آغا: میں اگر اس معاملے کو یہاں پر disclose کروں تو یہ حیران ہوں جائیں گے کہ کیا معاملہ ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں آپ disclose نہ کریں، بس ختم کریں۔ وہ صحیح level پر take up ہو رہا ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا: انہوں نے وہاں پر انبار لگائے ہوئے ہیں کہ جن لوگوں کی نشاندہی نہیں ہے۔ یہ وہاں پر غنڈہ گردی کر رہے ہیں، ان کے 50,50 آدمی ایک ایک floor پر بیٹھے ہوئے ہیں، اتنا ہی دکھ ہے تو یہ ان کو نکالیں۔ نہ وہ parliamentarian ہیں، وہاں انہوں نے پکے پکے کرائے پر دیئے ہوئے ہیں، یہ وہاں سے کرایہ حاصل کر رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Misuse کر رہے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ Government میں ہیں، اگر میرے پچاس پچاس لوگ کوئی ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جو قانون کے خلاف ہیں تو پھر یہ ان کی نااہلی ہے کہ انہوں نے ان کے خلاف action نہیں لیا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Take up کر رہے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اصل میں یہ ساری حرکتیں Government خود کروا رہی ہے، انہوں نے emergency نافذ کرنی ہے، یہ ساری حرکتیں خود کروا رہی ہے، انہوں نے خوف کی فضا خود پیدا کی ہے۔ انہوں نے پورے ملک میں خوف کی فضا پیدا کر کے، اس سارے issue کا تعلق صدر کی وردی کے ساتھ ہے، اس سارے معاملے کا تعلق صدر کی وردی کے ساتھ ہے۔ انہوں نے خوف کی فضا خود پیدا کی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کامران صاحب ! please, بس کریں، کافی کچھ ہو گیا ہے، سارا کچھ record پر آ گیا ہے، take up ہو رہا ہے اور یہ بات بھی درست ہے کہ آپ لوگوں کی safety اور security کے لئے یہ take up کیا جا رہا ہے اور آپ کو اس کے سدباب کے لئے cooperate کرنا چاہیے۔

(مداخلت)

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ شاید school master رہے ہیں، ہر بات پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔جناب! یہ میرا حق ہے کہ میں جو مرضی کہوں، میں ان سے پوچھ کر نہیں بولوں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں، نہیں آپ نے کافی بول لیا ہے اور انہوں نے جواب دیا ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا: یہ اس House کا تقدس نہیں ہے، اگر یہ اچھی بات کر رہے ہوتے ہیں تو ہم دو دو گھنٹے بیٹھ کر سنتے ہیں، ہم دو گھنٹے سے ان کی یہ بات سن رہے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں نے کوئی فضول بات نہیں کی ہے، اگر میں نے کوئی فضول بات کی ہے تو پھر کہیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: اب تو فضول بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اب بھی فضول بات نہیں کر رہا۔

سینیٹر کامل علی آغا: آپ نے پہلے جو اچھی بات کی تو ہم نے سنی۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: فضول بات وہ ہے جو میں نے point out کی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یہ بالکل غلط بات ہے، no cross talk آپ دونوں تشریف رکھیں، آپ نے جو کچھ objection کیا اور انہوں نے آپ کے خدشات کا علاج بتایا۔ آپ دو منٹ ٹھہریں please, keep sitting. آپ دو منٹ بیٹھیں، میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ فوزیہ فخر الزمان صاحبہ، ذرا ماحول کو بہتر کرنا ہے، چلیں آپ کریں۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: شکریہ۔ جناب! میری گزارش یہ ہے کہ جو اتنا اندوہناک واقعہ ہوا، قتل ہوا، یہ ایک خاتون کا قتل نہیں ہے، یہ ایک Parliamentarian کا قتل ہوا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بالکل صحیح ہے۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: ہم لوگوں کو صرف اس تناظر میں نہیں دیکھنا چاہیے کہ ایک خاتون جنس کا قتل ہوا ہے۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: جی۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: الحمدللہ' اب خاتون جنس کو بھی اتنے ہی rights مل رہے ہیں جتنے مرد حضرات کو مل رہے ہیں' ان کی protection کے لئے اچھے اچھے bills بھی آ رہے ہیں اور ہم اپنے قائد چوہدری شجاعت صاحب کی اس ضمن میں تعریف کرنا اپنا ایک فرض سمجھتے ہیں۔ حضور! میری گزارش یہ ہے کہ Ministry of Interior کو اس وقت' اس اہم نازک موقع پر اس چیز کو سمجھ لینا چاہیے کہ کچھ parliamentarians جو اپنے ساتھ in a private capacity body guards کے fleet پھرا سکتے ہیں' ان کی اتنی حیثیت ہے' ان کے پاس اتنی دولت ہے' وہ رکھ سکتے ہیں' ان کا قبائلی نظام ہے۔ میں اپنے ہی رشتے دار سردار یار محمد رند کی بات کر رہا ہوں' اللہ تعالیٰ ان کو لمبی زندگی دے' ہماری زندگی بھی لگائے' وہ تو بچ گئے۔ ایک ایسی خاتون جو اتنی صاحب حیثیت نہیں ہے اور اس کی پارٹی اس کو party affilition, contribution کی بناء پر ایک seat سے نوازتی ہے اور وہ آ جاتی ہے جو body guard وغیرہ رکھنا afford نہیں کر سکتی۔ کیا Ministry of Interior اس چیز کا notice لے گی کیونکہ جناب! اس طرح کے کئی واقعات ہو رہے ہیں اور کتنے parliamentarians کی لاشیں درکار ہیں before the Ministry of Interior comes up with the policy statement. We would like the Ministry of Interior through the courtesy of this august House to take congnizance of this and those ladies and gents who cannot afford body guards etc. it should be mandotary on the Ministry of Interior to provide them security till the law and order position improves in our country. Thank you sir.

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: .Alright جناب بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: .Thank you Mr. Chairman یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور جو پنجاب میں قتل ہوئی ہیں' میں اپنی party MMA کی طرف سے اس کی پرزور مذمت کرتا ہوں۔ اس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دیتا ہے' اگر میری بہنیں یہ محسوس کر رہی ہیں تو اسلام میں اس چیز کی کوئی اجازت نہیں ہے' نہ ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ اسلام کا نام استعمال کریں۔ ہم خود جمہوری لوگ ہیں اور ہم ان حالات میں اس کی شدید مذمت کرتے ہیں۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: صحیح بات ہے۔ .Thank you

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! ملک کی جو موجودہ صورت حال ہے، جیسے ہمارے سردار صاحب نے فرمایا، جب بلوچستان میں ہمارا، آپ کا، مسلم لیگ والوں کا convention تھا، Chief Minister بھی تھے اور میری بہن ریحانہ بھی تھی تو وہاں پر اس کو اڑانے کا باقاعدہ پروگرام تھا۔ ایجنسیوں نے بتایا تو انہوں نے تار کو کاٹ دیا تو وہ بچ گئے۔ اس طرح کی صورت حال میں تو کوئی سرکاری پروگرام میں شرکت بھی نہیں کرے گا اور ان حالات میں آپ کا Parliament House آپ کے ملک کے ادارے، پارلیمنٹ کے ممبران بھی غیر محفوظ ہیں۔ اس چیز کو میں نے اپنی تقریر میں بھی کہا تھا کہ وزیر داخلہ امن و امان، Law and Order کو maintain کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ خدارا آپ اس پر ruling دیں اور اس پر اجلاس ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ایک الگ ٹاسک فورس تشکیل دی جائے جو موجودہ حالات ہیں، جناب! مجھے دو منٹ آپ دیں مثلاً جیسے بنگلا دیش ہے، ہمارا ہمسایہ ایران ہے، ہندوستان ہے تو یہ خود کش حملے بار بار پاکستان میں ہی ہو رہے ہیں۔ اس طرح تو ہمارے کسی ہمسایہ ملک میں بھی نہیں ہو رہا ہے۔ وہاں اِکا دُکا ہوتے ہیں۔ اس کی reason کیا ہے؟ اس کی وجہ اگر بیرونی مداخلت ہے directly اور چونکہ یہاں بھی بیروزگاری ہے، میرٹ نہیں ہے، کسی کو حق نہیں ملتا ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ جو دینی طبقے ہیں جیسے مدارس ہیں، علماء ہیں، داڑھی رکھنے والے ہیں، وہ بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کبھی بھی امریکہ order دے دے اور ہمیں یہاں سے کوئی اٹھا لے جائے تو اگر اس طرح کی کوئی چیز ہے تو ہماری حکومت امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات پر نظرثانی کرے اور ان سے کہے کہ ادھر ہمارے Members of Parliament بھی خطرے میں ہیں، وزیر اعظم بھی خطرے میں ہے، President بھی خطرے میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جی میں امریکہ کو خوش رکھوں پاکستان میں جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے۔

بلوچستان میں جو خود کش حملہ ہوا ہے میں اس کی بھی مذمت کرتا ہوں۔ اب ہم airport پر بھی محفوظ نہیں ہیں۔ خدارا! یہ تو بڑی سنگین صورت حال ہے جناب۔ بلوچستان میں جو ہمارے بہت سارے کارکن ابھی تک لاپتہ ہیں اور اختر مینگل صاحب کو انہوں نے ابھی تک جیل میں رکھا ہوا ہے۔ سیاسی اختلافات اپنی جگہ لیکن یہ جو حالات ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کو رہا کیا جائے اور مذاکرات کے ذریعے تمام معاملات کو حل کیا جائے۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: شکریہ، بہت شکریہ۔ جناب نثار اے میمن صاحب۔

سینیٹر نثار اے میمن: بہت شکریہ جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ اس وقت جو موضوع چل رہا ہے، جس پر بات چیت ہو رہی ہے وہ ظل ہما کی شہادت ہے۔ میرے خیال میں کئی ایسے مسائل ہیں جو کہ کسی اور Point of Order پر اٹھائے جائیں۔ اس وقت صرف یہ بات کرنی چاہیے کہ ہماری اپنی Provincial Assembly کی ممبر چاہے اس کا کسی بھی پارٹی سے تعلق ہو لیکن اس وقت ہمیں دکھ ہے کہ ہماری پارٹی کی ظل ہما کو قتل کر دیا گیا اور انہیں شہادت نصیب ہوئی ہے۔

ایک بات یہ ہو رہی ہے کہ کس کس کو سکیورٹی مل رہی ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ Provincial Ministers, Federal Ministers کو security مل رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت جو ظل ہما وہاں گئی ہیں تو وہاں پر انتظامیہ نے security کا کیا انتظام کیا تھا۔ اس کی یقیناً تحقیق ہو رہی ہے اور وہ تحقیق اس ہاؤس میں بھی پیش ہونی چاہیے۔ میں اس کو آگے لے جاؤں گا۔ یہ وسائل کی بات نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی چاہے وہ National Assembly کا ممبر ہو، Provincial کا ہو یا سینیٹ کا ہو اگر کہیں عوامی جلسے میں جاتے ہیں تو آپ یہ ruling ضرور دیں کم از کم سینیٹ کے لحاظ سے کہ وہاں کی انتظامیہ کو بتایا جائے تاکہ وہاں پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری ان پر ہو۔ میرے خیال میں ہمیں اس سانحہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ہم دعا کرتے ہیں، دعا ہو چکی ہے لہٰذا میں یہ کہوں گا کہ اگر آپ یہ ruling دے دیں کہ کم از کم سینیٹ ایک روایت قائم کرے کہ کوئی بھی سینیٹر سیاسی طور پر اگر کسی جگہ جاتا ہے تو وہاں کی administration کو اطلاع کر دی جائے اور ان کو خاطر خواہ تحفظ دیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یہ جو آپ suggestion دے رہے ہیں یہ already Government کے rules میں موجود ہے کہ representatives کی نگرانی ہوتی ہے لیکن یہ ٹھیک ہے کہ implementation میں کچھ سستی اور کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ I will now read out the prorogation Order. تشریف رکھیں جذبات سب کے آ گئے۔ بادینی صاحب مہربانی کیجئے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں، آج بل پر بات نہیں ہو رہی۔ بادینی صاحب نے

کیا کہا ہے؟

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب! ایک منٹ صرف۔ میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ جیسے ہمارے colleagues نے کہا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بادینی صاحب' ذرا جلدی کیجیے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: یہ کہا کہ آج کل کے حالات اتنے زیادہ خراب ہو گئے' جیسے میمن صاحب نے اور دوسرے بھائیوں نے کہا کہ گورنمنٹ ہمیں کوئی تحفظ نہیں دے رہی ہے۔ ہم اطلاع بھی دیتے ہیں' ان سے security بھی مانگتے ہیں لیکن وہ کچھ نہیں کر رہے۔ مجبوراً پرائیویٹ چار چار گارڈ' تین تین گارڈ ہر آدمی کو رکھنے پڑتے ہیں کیونکہ حالات اتنے خراب ہیں۔ یہ آپ کے سامنے ہے۔ نوشکی کے جلسے میں' میں تھا۔ نوشکی میرا ڈسٹرکٹ ہے۔ کم از کم ادھر آٹھ دس ہزار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر وہ میزائل چھوڑتے تو پھر میرا خیال ہے کہ کچھ حساب نہ ہوتا' جیساکہ انڈیا کے ٹائم میں ہوا تھا لہذا آپ مہربانی کر کے اس پر ruling دے دیں تاکہ آدمی جس ڈسٹرکٹ میں بھی جائے' اسے تحفظ دیا جائے۔ اطلاع دیں گے۔ ہم اطلاع کے باوجود ہمیں تحفظ نہیں دیا جاتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: درست فرماتے ہیں۔ فوزیہ فخر الزمان صاحبہ دو منٹ کے لیے۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان: مجھے یہ کہنا ہے کہ یہ جو جنونی اور پاگل سمجھتے ہیں کہ ان پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی ہے' میڈیا میں اس بات کو اس طرح اچھالا جائے' بچی کو تو وقت سے پہلے جنت میں بھیج دیا انہوں نے' وہ خود وقت سے پہلے دوزخ میں چلے جائیں گے اور دوسرا یہ کہ ضرور investigation ہونی چاہیے کہ یہ بارہ خواتین کا قاتل باہر کیوں پھر رہا ہے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: درست۔ محترمہ بی بی یاسمین شاہ صاحبہ۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ مجھے ظل ہما کی شہادت پر نہایت افسوس ہے اور میں اس کی شہادت کی مذمت کرتی ہوں۔ بات وہاں پر آ جاتی ہے کہ جو بندہ باہر گھوم رہا ہے وہ ایک قسم کا serial killer تھا۔ اس نے آٹھ خواتین کا پہلے بھی قتل کیا تھا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے جناب۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: چار کا۔ چار پہلے قتل کیے تھے۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: اچھا چار۔ پتا نہیں' اس اخبار میں آٹھ لکھے تھے۔ چار یا آٹھ خواتین کو قتل کیا۔ جناب! دیکھنی یہ چیز ہے کہ ہمارے سسٹم میں کہاں خرابی ہے۔ عدلیہ یا پولیس نے اسے کیوں چھوڑا ہوا تھا کہ چار murder کرنے کے بعد وہ بندہ کھلے عام گھوم رہا تھا۔ وہ کوئی اسلام کا ٹھیکیدار نہیں تھا۔ اس پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جیسے فوزیہ بی بی نے ابھی کہا تو وہ کس طرح باہر گھوم رہا تھا چار murder کرنے کے بعد۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: صحیح بات ہے۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: اس چیز کو دیکھا جائے کہ سسٹم میں خرابی کہاں ہے۔ ہم نے اس چیز کو دیکھنا ہے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: محترمہ طاہرہ لطیف صاحبہ۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ کل ہم کوئی آٹھ نو خواتین ان کے گھر افسوس کے لیے گئے۔ ظل ہما کی شہادت' میں شہادت اس لیے کہتی ہوں کیونکہ وہ سرکاری فرائض انجام دیتے ہوئے شہید ہوئی تو وہاں ہر کوئی بندہ' عام لوگ' عام خواتین اور بچے زار و قطار رو رہے تھے۔ ان کے گھر والوں' ان کی ماں' ان کی ساس کی آہیں سنی نہیں جاتی تھیں جتنی خواتین ان کے افسوس اور تعزیت کے لیے گئی تھیں' ہم بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ وہاں سے یہ پتا چل رہا تھا کہ وہ اتنی innocent بچی تھی۔ وہاں دو تین' ان میں سے ایک ان کی ماں بیٹھی ہوئی تھیں اور ایک ساس تھیں' میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ لوگوں کی کسی سے کوئی دشمنی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں' ہماری تو کوئی ذرا سی بھی ایسی بات نہیں تھی۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: نہ نہ' کچھ نہیں تھا۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: گوجرانوالہ کے تمام لوگ سوگوار تھے۔ اس کی بہت زیادہ investigation کرنی چاہیے۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: بہت شکریہ۔ جناب لیاقت بنگزئی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: محترمہ ظل ہما کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا

فرمائے۔ بڑے دکھ کی بات ہے۔ وہ آہیں اور سسکیاں یہاں تک پہنچ رہی ہیں' پارلیمنٹ کے ایوانوں میں بھی۔ جناب چیئرمین! میں اپنی بہنوں سے بصد احترام یہ گزارش کرتا ہوں کہ انہوں نے' تقریبا ہر ایک نے یہ کہا کہ سپریم کورٹ کو اس قاتل کو سزا دینی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بالکل اس کو سزا دینی چاہیے بلکہ اسے سرعام پھانسی دینی چاہیے کیونکہ اس کے کئی ایک گواہ بھی ہیں۔

Mr. Chairman: You are right.

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، جناب چیئرمین! مصیبت یہ ہے کہ جہاں عدل و انصاف ناپید ہو' وہاں ایسے واقعات جنم لیتے ہیں۔ اب تئیس چوبیس فروری کو مزید' میں آپ کو ایک پیشگوئی دے رہا ہوں' مزید قتل ہوں گے۔ وہ اس حوالے سے کہ سپریم کورٹ نے تو پتنگ بازی پر پابندی لگائی ہے لیکن یہ جو ڈور کاٹے گی معصوم بچوں کو تو یہ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں' کل بھی میں نے اس point پر بات کی تھی' آج پھر آپ سے استدعا کر رہا ہوں کہ آپ ایک رولنگ دے دیں کہ پتنگ بازی ضرور کریں۔ ہمیں پتنگ بازی پر اعتراض نہیں ہے۔ پتنگ بازی کوئی خراب چیز نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ شہروں میں نہ ہو۔ کھیتوں میں جائیں' کھلیانوں میں جائیں' میدانوں میں جائیں' جہاں آبادی وغیرہ نہ ہو۔ ہم ان کی خوشیوں میں روڑے نہیں اٹکا رہے ہیں لیکن گلیوں' کوچوں' بازاروں میں اور سڑکوں پر تو یہ نہ ہو۔ جہاں لوگوں کے مکانات ہوں' آمد و رفت ہو' جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ہوں وہاں کم از کم اس پر مکمل پابندی ہونی چاہیے۔

Mr. Presiding Officer: O. K. you have made the point. Yes, Dr. Kauser Firdaus sahiba.

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب! بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے' آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں بھی اپنی اس بہن اور اپنی ساتھی کی وفات پر غمزدہ ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ وہ ہماری قوم کی بیٹی تھی اس کے ساتھ جو سانحہ ہوا اور جس طرح اس کی شہادت ہوئی اس پر اظہار افسوس کرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ اس کے بچوں کو اور اس کے سارے لواحقین کو صبر جمیل دے۔

جناب! میں سمجھتی ہوں کہ یہ حادثہ کسی ایک فرد کا نہیں تھا بلکہ ہم ساری قوم کے لئے پشیمانی اور شرمندگی کا باعث بنا۔ جناب! میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے معاشرے میں پوری دنیا سے

بڑھ کر عورت کو عزت دی جاتی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، اس جنونی کا جومشن تھا اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں کہ اسلام میں عورت کو عزت کا مقام دینا غلط ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب! میں یہی بات کر رہی ہوں کہ پوری دنیا میں عورت کو وہ عزت نہیں دی جاتی جو ہمارے اس گئے گزرے معاشرے میں دی جاتی ہے حالانکہ اسلام کی بہت ساری تعلیمات ہم بُھلا چکے ہیں، اس کے باوجود یہاں پر عورت کی عزت ہے، وہ بیٹی کی طرح ہے، وہ بہن کی طرح ہے، وہ ماں کی طرح ہے۔ اس حوالے سے بھی ہم سب کو افسوس ہوا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کی بات، کسی فرد کا کہنا کہ میں ایک عورت کو صدر بننے کے لئے حق بجانب نہیں سمجھتا تو اس لئے قتل کر رہا ہوں، میں نہیں سمجھتی کہ یہ اسلام کی تعلیمات ہیں۔ اسلام یہ تعلیمات نہیں دیتا ہے۔ ہم سب کا فہم صحیح ہونے کی ضرورت ہے، عوام الناس کا بھی اور ہم لوگوں کا بھی۔ اسلام کی صحیح تعلیمات کو ہم سمجھنے والے ہوں۔ جناب! میں درخواست کروں گی کہ ہم سب کو عالمی سازش کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح سے اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے جو بات کی ہے، میں بھی ان کی پرزور تائید کرتی ہوں کہ یہ مولوی کا نام خواہ مخواہ بغیر سوچے سمجھے استعمال کیا جا رہا ہے اور ہر جنونی اور پاگل کے ساتھ بھی مولوی کے لفظ کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اس منصب کی توہین ہے جو ہمیں نہیں کرنی چاہیے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ جو مجرم ہے اس کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ جناب! اگر اسلام کا نظام ہوتا تو کھلے عام پھانسی ہوتی اور میں کہتی ہوں کہ اس کو سزا ہونی چاہیے تاکہ کچھ پتا چلے کہ اسلام میں جو بھی ایسا ظلم کرتا ہے اس کو اس کی سزا ملتی ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، بہت شکریہ۔ پچھلی صدی میں پاکستان کے ایک ممتاز ترین اسلامی سکالر جناب مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے یہ فتویٰ دیا تھا بلکہ انہوں نے out of the way جا کر support کی تھی مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے الیکشن میں against ایوب خان صاحب۔ وہ ملک کے لئے سب سے بڑی حکمرانی تھی کہ صدر بنانے کے لئے انہوں نے کہا تھا، اس لحاظ سے یہ حالات کی وجہ سے جائز ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو چھوٹے چھوٹے مولوی لاعلم ہیں جو لوگوں کے کانوں میں بھرتے کہ عورتوں کو حکمرانی کا حق حاصل نہیں ہے یا ان کو اعزاز

دینا مناسب نہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب! جو لوگ ایسا کہہ رہے ہیں وہ جاہل ہیں، عالم نہیں ہیں۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر، لاعلم مولویوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب! مولویوں نے نہیں کیا ہوا ہے۔ یہ جاہلوں نے کیا ہوا ہے۔ یہ جاہل لوگوں کا کام ہے، ان کو مولوی کہنا غلط ہے۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر، بالکل جائز ہے۔

Thank you. Now, I will read out the prorogation orders received from the President of Islamic Republic of Pakistan.

"In exercise of the powers conferred by clause(1) of Article 54 of the Constitution of Islamic Repubic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate session summoned on Friday the 16th of February 2007 on the conclusion of its business.

Sd/-

(General Pervez Musharraf)

President

[The House was then prorogued sine die on 22nd February, 2007]